تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت ثانیٔ محدث اعظم مفسر قرآن مبلغ اسلام
حضرت علامہ حضور باباجی پیر ابو النصر
منظور احمد شاہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 12

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 12)
مصنف	علامہ پیر ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب
کمپوزنگ	محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال
معاون کمپوزنگ	محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال
پروف ریڈنگ	ظہیر احمد بابر۔ احمد رضا فرید
طباعت	فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک ساہیوال فون 040-4221485
تاریخ طباعت	نومبر 2010ء
ناشر	مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال
	فون: 040-4466685,4466985

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۷۲		۱۱	**سورۂ ھود**	۱۴۲
۱۷۳	۱	۱۱	قرآن آسمانی کتاب ہے جس کی آیات مضبوط کر دی گئی ہیں	۱۴۳
۱۷۳	۲	۱۱	آپ اللہ کی طرف سے ڈر سنانیوالے اور خوشخبری دینے والے ہیں	۱۴۴
۱۷۳	۳	۱۱	اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اسکے سامنے توبہ کرو	۱۴۵
۱۷۳	۳	۱۱	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا کیا جائے گا	۱۴۶
۱۷۳	۴	۱۱	سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے	۱۴۷
۱۷۵	۵	۱۱	اللہ تعالیٰ ہر حال میں سینوں کی بات جاننے والا ہے	۱۴۸
۱۷۸		۱۱	**پارہ نمبر 12**	۱۴۹
۱۷۸	۶	۱۱	ہر زمین پر چلنے والے کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے	۱۵۰
۱۸۰	۷	۱۱	اللہ نے آسمانوں، زمینوں کو چھ دنوں میں بنایا اور اُس کا عرش پانی پر تھا	۱۵۱
۱۸۰	۸	۱۱	جو کفار عذاب کا مذاق اُڑاتے ہیں وہ اس سے بچ نہ سکیں گے	۱۵۲
۱۸۳	۹	۱۱	اگر انسان کو رحمت کی لذت چکھا کر واپس لی جائے تو ناشکرا ہوگا	۱۵۳
۱۸۳	۱۰	۱۱	اگر مصیبت کے بعد آرام وسکون پہنچے تو انسان اترانے لگے گا	۱۵۴
۱۸۳	۱۱	۱۱	صبر کرنے والوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کی نوید ہے	۱۵۵
۱۸۵	۱۲	۱۱	کفار کہتے ہیں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے کیوں نہ نازل ہوئے	۱۵۶
۱۸۵	۱۳	۱۱	اگر کفار قرآن کو من گھڑت کہتے ہیں تو اس جیسی دس سورتیں تو لائیں	۱۵۷
۱۸۷	۱۴	۱۱	یقیناً قرآن تو اللہ ہی کے علم سے نازل ہوا ہے (کفار جھوٹے ہیں)	۱۵۸
۱۸۷	۱۵	۱۱	دنیا کی آسائشیں مانگنے والوں کو صلہ دنیا میں ہی دیدیا جائے گا	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا	۱۱	۱۶	۱۸۷
۱۶۱	جو اِس نبی یا دین اسلام کا انکار کرے گا جہنم اس کا ٹھکانا ہے	۱۱	۱۷	۱۸۹
۱۶۲	اس شخص سے زیادہ بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر الزام لگائے	۱۱	۱۸	۱۹۲
۱۶۳	اللہ کی راہ سے روکنے والے ہی آخرت کے منکر ہیں	۱۱	۱۹	۱۹۲
۱۶۴	یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خسارے میں ڈالیں	۱۱	۲۱،۲۰	۱۹۴
۱۶۵	ایسے لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں	۱۱	۲۲	۱۹۴
۱۶۶	ایماندار اور عمل صالح والوں کیلئے جنت کی خوشخبری ہے	۱۱	۲۳	۱۹۴
۱۶۷	دونوں گروہوں میں سے ایک اندھا بہرا جبکہ دوسرا دیکھتا اور سنتا ہے	۱۱	۲۴	۱۹۴
۱۶۸	اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا	۱۱	۲۵	۱۹۴
۱۶۹	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنے والا عذاب کا مستحق ہوگا	۱۱	۲۶	۱۹۶
۱۷۰	کافر سرداروں نے نوحؑ کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھا اور گمراہ ہوگئے	۱۱	۲۷	۱۹۶
۱۷۱	اگر تم دلائل دیکھ کر بھی ایمان نہ لاؤ گے تو میں زبردستی کرنیوالا نہیں	۱۱	۲۸	۱۹۶
۱۷۲	میں تم سے تبلیغ کے بدلہ میں مال نہیں مانگتا بلکہ اس کا اجر اللہ ہی دیگا	۱۱	۲۹	۱۹۸
۱۷۳	اے میری قوم! میں غریبوں کو کسی طرح بھی اکیلا نہیں چھوڑونگا	۱۱	۳۰	۱۹۸
۱۷۴	اگر میں جھوٹی بات کہوں یا غریبوں کو چھوڑوں تو یہ ظلم ہوگا	۱۱	۳۱	۲۰۰
۱۷۵	نوح علیہ السلام کی قوم نے اُن سے عذاب کا مطالبہ کردیا	۱۱	۳۲	۲۰۰
۱۷۶	آپ نے جواب دیا، اگر اللہ نے چاہا تو اللہ ہی عذاب بھیجے گا	۱۱	۳۳	۲۰۲
۱۷۷	اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ہدایت ناممکن ہے	۱۱	۳۴	۲۰۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۸	اے نوح! (علیہ السلام) کہہ دو اگر میں نے قرآن کو خود گھڑا			
۱۷۹	ہے تو میں ہی اس گناہ کا ذمہ دار ہوں تم اس گناہ سے بری ہو	۱۱	۳۵	۲۰۲
۱۸۰	نوح! تیری قوم ایمان نہیں لائے گی مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں	۱۱	۳۶	۲۰۲
۱۸۱	سیدنا نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشتی بنانے کا حکم	۱۱	۳۷	۲۰۴
۱۸۲	آپ کے کشتی بنانے پر کفار طرح طرح کے مذاق اُڑاتے	۱۱	۳۸	۲۰۴
۱۸۳	اے کفار! عنقریب جان لوگے کس پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے	۱۱	۳۹	۲۰۴
۱۸۴	کشتی میں ایمانداروں اور ہر نر اور مادہ جوڑوں کو سوار کرلیا گیا	۱۱	۴۰	۲۰۶
۱۸۵	سیدنا نوح علیہ السلام کو اللہ کا نام لے کر کشتی میں سوار ہونیکا حکم ہوا	۱۱	۴۱	۲۰۶
۱۸۶	سیدنا نوح علیہ السلام نے ایک بار پھر اپنے بیٹے کو نصیحت کی	۱۱	۴۲	۲۰۶
۱۸۷	اُس نے کہا میں آج کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا میری فکر نہ کرو	۱۱	۴۳	۲۰۹
۱۸۸	اللہ نے زمین کو حکم دیا تو طوفان کا سارا پانی زمین نے نگل لیا	۱۱	۴۴	۲۰۹
۱۸۹	سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ سے التجا کی کہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے	۱۱	۴۵	۲۱۱
۱۹۰	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بدعمل ہے لہذا تیرے اہل سے نہیں	۱۱	۴۶	۲۱۱
۱۹۱	نوح علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں	۱۱	۴۷	۲۱۱
۱۹۲	طوفان تھم جانے کے بعد نوح علیہ السلام کو کشتی سے اُترنے کا حکم	۱۱	۴۸	۲۱۳
۱۹۳	اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو یہ غیب کی خبریں بتا رہا ہے	۱۱	۴۹	۲۱۳
۱۹۴	ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا	۱۱	۵۰	۲۱۵
۱۹۵	ہود علیہ السلام نے کہا اے قوم! میں تم سے تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا	۱۱	۵۱	۲۱۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۶	ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو سمجھانا کہ اپنے رب سے معافی مانگو	۱۱	۵۲	۲۱۵
۱۹۷	قوم نے ہود علیہ السلام نے معجزے کا مطالبہ کر دیا	۱۱	۵۳	۲۱۵
۱۹۸	آپ کی قوم نے آپ کو مجنون ہونے کا الزام لگا دیا	۱۱	۵۴	۲۱۷
۱۹۹	اگر میں جھوٹا ہوں تو تم سب میرے خلاف سازش کر کے دیکھ لو	۱۱	۵۵	۲۱۷
۲۰۰	اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار شے کو اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے	۱۱	۵۶	۲۱۷
۲۰۱	اگر تم سیدھی راہ پر نہ آئے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئیگا	۱۱	۵۷	۲۱۸
۲۰۲	اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو بچالیا	۱۱	۵۸	۲۲۰
۲۰۳	قوم عاد نے اللہ اور اس کے رسولوں کی کھلی نافرمانی کی	۱۱	۵۹	۲۲۰
۲۰۴	منکروں کیلئے اس دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی	۱۱	۶۰	۲۲۰
۲۰۵	صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کی	۱۱	۶۱	۲۲۲
۲۰۶	قوم نے کہا ہم اپنے باپ دادا کے دین کو کیونکر چھوڑیں؟	۱۱	۶۲	۲۲۲
۲۰۷	صالح علیہ السلام نے کہا اگر میں حق پر ہوں تو کیوں نہ تبلیغ کروں	۱۱	۶۳	۲۲۴
۲۰۸	قوم ثمود کی طرف اللہ کی طرف سے بطور معجزہ اونٹنی کا ظہور	۱۱	۶۴	۲۲۴
۲۰۹	قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور عذاب کے مستحق ٹھہرے	۱۱	۶۵	۲۲۴
۲۱۰	اللہ نے صالح علیہ السلام اور مسلمانوں کو عذاب سے محفوظ رکھا	۱۱	۶۶	۲۲۷
۲۱۱	اور ظالموں کو اللہ کا عذاب آ پہنچا	۱۱	۶۷	۲۲۷
۲۱۲	ایسے نیست و نابود ہوئے جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں تھا	۱۱	۶۸	۲۲۷
۲۱۳	اللہ کے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آئے	۱۱	۶۹	۲۲۹

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
٢١٤	آپ نے بھُنے ہوئے بچھڑے کے ساتھ ان کی ضیافت کی	١١	٦٩	٢٢٩
٢١٥	فرشتوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ وہ تو فرشتے ہیں	١١	٧٠	٢٢٩
٢١٦	اللہ نے سیدہ سارہ کو اسحاق کی خوشخبری دی اور اسکے بعد یعقوب کی	١١	٧١	٢٢٩
٢١٧	سیدہ سارہ نے تعجب کیا کہ ہم میاں بیوی تو بوڑھے ہو چکے ہیں	١١	٧٢	٢٢٩
٢١٨	فرشتوں نے کہا یہ تو اللہ کا حکم ہے وہ تو بڑی شان والا ہے	١١	٧٣	٢٢٩
٢١٩	ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ قوم لوط کو تھوڑی سی مہلت اور دیدو	١١	٧٤	٢٣٢
٢٢٠	چونکہ ابراہیم علیہ السلام حوصلے والے اور آہ وزاری کرنیوالے ہیں	١١	٧٥	٢٣٢
٢٢١	فرشتوں نے کہا یہ تو رب کا حکم ہے جو ٹلنے والا نہیں	١١	٧٦	٢٣٢
٢٢٢	فرشتوں کی آمد سے لوط علیہ السلام بھی گھبرا گئے کہ آج سخت دن ہے	١١	٧٧	٢٣٢
٢٢٣	فرشتے لُوط علیہ السلام کے ہاں مہمان ٹھہرے تو قوم بھی آ گئی	١١	٧٨	٢٣٤
٢٢٤	قوم نے کہا مہمانوں کو ہمارے حوالے کرو تا کہ ہم خواہش پوری کریں	١١	٧٩	٢٣٤
٢٢٥	لوط علیہ السلام نے فرمایا کاش مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا	١١	٨٠	٢٣٤
٢٢٦	فرشتوں نے حوصلہ دیا کہ یہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے	١١	٨١	٢٣٦
٢٢٧	لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ ایمانداروں کیساتھ یہاں سے نکل جائیں	١١	٨١	٢٣٦
٢٢٨	فرشتوں نے بستی کو اُلٹا دیا اور آسمان سے کنکر برسائے	١١	٨٢	٢٣٦
٢٢٩	یہ عذاب ان کے ظلم کی وجہ سے تھا جس سے وہ بچ نہ سکے	١١	٨٣	٢٣٦
٢٣٠	شعیب علیہ السلام کو تبلیغ کیلئے اہل مدین کی طرف بھیجا	١١	٨٤	٢٣٨
٢٣١	آپ نے قوم کو نصیحت کی کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو	١١	٨٥	٢٣٨

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۲	حلال مال تھوڑا بھی بچ جائے تو یہ بہتر ہے اگر تم یقین کرو	۱۱	۸۶	۲۴۰
۲۳۳	قوم نے کہا ہم اپنے مال میں بھی مرضی کے حقدار نہیں؟	۱۱	۸۷	۲۴۰
۲۳۴	آپ نے فرمایا میں تو صرف تمہاری اصلاح چاہتا ہوں	۱۱	۸۸	۲۴۲
۲۳۵	اے قوم! میری دشمنی میں اللہ کے نافرمان ہو کر عذاب کے مستحق نہ بن جانا ورنہ قوم لوط کا حشر تو آپ سے دور نہیں	۱۱	۸۹	۲۴۲
۲۳۶	اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور توبہ کے طلبگار ہو جاؤ	۱۱	۹۰	۲۴۴
۲۳۷	قوم نے کہا اے شعیب! ہمیں تیری باتیں سمجھ نہیں آتیں	۱۱	۹۱	۲۴۵
۲۳۸	اور اگر تیرا خاندان نہ ہوتا تو ہم تجھے قتل کر دیتے	۱۱	۹۱	۲۴۵
۲۳۹	آپ نے فرمایا کیا تم اللہ سے زیادہ میرے خاندان سے ڈرتے ہو؟	۱۱	۹۲	۲۴۵
۲۴۰	تم اپنا کام کرو میں اپنا کروں گا جو جھوٹا ہوگا اُسی پر عذاب نازل ہوگا	۱۱	۹۳	۲۴۷
۲۴۱	اللہ نے عذاب کے وقت آپ کو اور ایمانداروں کو بچا لیا	۱۱	۹۴	۲۴۷
۲۴۲	ایسے نیست و نابود ہوئے گویا وہاں رہتے ہی نہ تھے	۱۱	۹۵	۲۴۹
۲۴۳	اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا	۱۱	۹۷،۹۶	۲۴۹
۲۴۴	قیامت کے دن فرعون اپنی قوم سمیت جہنم میں جائے گا	۱۱	۹۸	۲۵۰
۲۴۵	فرعونی اس دنیا میں لعنت کے حقدار ٹھہرے اور آخرت میں بھی	۱۱	۹۹	۲۵۰
۲۴۶	اللہ تعالیٰ پہلی بستیوں کی خبریں کھول کر بیان فرما رہا ہے	۱۱	۱۰۰	۲۵۱
۲۴۷	اللہ نے اُن پر ظلم نہیں فرمایا بلکہ وہ خود اپنے پر زیادتی کرنیوالے تھے	۱۱	۱۰۱	۲۵۲
۲۴۸	اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے	۱۱	۱۰۲	۲۵۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۹	سابقہ اُمتوں پر نازل ہونیوالے عذاب سے عبرت حاصل کرو	۱۱	۱۰۳	۲۵۴
۲۵۰	جو اپنی مقررہ مدت پر نازل ہو کر ہی رہتا ہے	۱۱	۱۰۴	۲۵۴
۲۵۱	قیامت کے دن کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب	۱۱	۱۰۵	۲۵۴
۲۵۲	بد بخت دوزخ کا نشانہ بنیں گے جس میں گدھے کی طرح آوازیں ہیں	۱۱	۱۰۶	۲۵۴
۲۵۳	جیسے اللہ چاہے گا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے	۱۱	۱۰۷	۲۵۴
۲۵۴	خوش نصیب جنت میں ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے	۱۱	۱۰۸	۲۵۶
۲۵۵	یہ کفار بھی اپنے باپ دادوں کی طرح غیروں کو پوجتے ہیں	۱۱	۱۰۹	۲۵۶
۲۵۶	موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کتاب میں اختلاف پیدا کر دیا	۱۱	۱۱۰	۲۵۷
۲۵۷	اختلاف کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ انکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیگا	۱۱	۱۱۱	۲۵۸
۲۵۸	آپ اللہ کی طرف سے دیئے گئے حکم کے مطابق ثابت قدم رہیں	۱۱	۱۱۲	۲۵۸
۲۵۹	ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جانا ورنہ تمہیں بھی آگ پکڑ لے گی	۱۱	۱۱۳	۲۵۸
۲۶۰	اے ایماندارو! پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرو	۱۱	۱۱۴	۲۵۸
۲۶۱	بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا	۱۱	۱۱۵	۲۶۰
۲۶۲	سابقہ اُمتوں میں عقلمند کم تھے جو زمین سے فساد کو دُور کرتے	۱۱	۱۱۶	۲۶۰
۲۶۳	اللہ تعالیٰ کبھی بھی نیکوں کی بستیوں کو برباد نہیں فرماتا	۱۱	۱۱۷	۲۶۰
۲۶۴	اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا	۱۱	۱۱۸	۲۶۲
۲۶۵	اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم کو نافرمان جنّوں اور انسانوں سے بھرے گا	۱۱	۱۱۹	۲۶۲
۲۶۶	انبیاء کے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضبوط کرنے کیلئے ہیں	۱۱	۱۲۰	۲۶۲

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۶۴	۱۲۱	۱۱	اے محبوب! کفار سے کہہ دو تم اپنے کام کرو ہم اپنے کام کرتے ہیں	۲۶۷
۲۶۴	۱۲۲	۱۱	پھر اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو	۲۶۸
۲۶۴	۱۲۳	۱۱	اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے سب غیبوں سے واقف ہے	۲۶۹
۲۶۶		۱۲	**سورۂ یوسف**	۲۷۰
۲۶۷	۱	۱۲	یہ روشن کتاب کی آیات ہیں	۲۷۱
۲۶۷	۲	۱۲	قرآن مقدس کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل فرمایا	۲۷۲
۲۶۷	۳	۱۲	قرآن کے ذریعہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسین قصہ	۲۷۳
۲۶۷	۴	۱۲	سیدنا یوسف نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو سجدہ کرتے دیکھا	۲۷۴
۲۶۷	۵	۱۲	سیدنا یعقوب نے روکا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا	۲۷۵
۲۷۰	۶	۱۲	اللہ تعالیٰ آپ کو خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا	۲۷۶
۲۷۰	۷	۱۲	اس حسین قصہ میں پوچھنے والوں کیلئے عظیم نشانیاں ہیں	۲۷۷
۲۷۰	۸	۱۲	بھائیوں کا گمان کہ ابا جان یوسفؑ سے زیادہ پیار کرتے ہیں	۲۷۸
۲۷۲	۹	۱۲	بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے بارہ میں سوچا	۲۷۹
۲۷۲	۱۰	۱۲	ایک بولا اسے قتل نہ کرو بلکہ اندھیرے کنویں میں پھینک دو	۲۸۰
۲۷۲	۱۱	۱۲	بیٹوں نے کہا، ابا جان آپ یوسف کے بارہ میں ہم پر شک نہ کریں	۲۸۱
۲۷۴	۱۲	۱۲	بھائیوں نے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ کھیلنے کیلئے بھیج دیں	۲۸۲
۲۷۴	۱۳	۱۲	سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے	۲۸۳
۲۷۴	۱۴	۱۲	بیٹوں نے کہا آپ فکر نہ کریں ہم ایک مضبوط جماعت ہیں	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۵	جب بھائیوں نے آپکو کنویں میں پھینکا تو اللہ نے آپکو حوصلہ دیا	۱۲	۱۵	۲۷۴
۲۸۶	رات کو سب بھائیوں واپس آکر جھوٹے بہانے بنانا	۱۲	۱۶، ۱۷	۲۷۶
۲۸۷	قمیض پر جھوٹا خون لگا کر کہا کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا	۱۲	۱۸	۲۷۷
۲۸۸	سیدنا یعقوب نے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا اور خدا سے مدد طلب کی	۱۲	۱۸	۲۷۷
۲۸۹	تجارتی قافلہ نے ڈول کنویں سے نکالا تو ڈول میں یوسفؑ تھے	۱۲	۱۹	۲۷۷
۲۹۰	اُنہوں نے چند درہموں کے عوض آپ علیہ السلام کو بیچ دیا	۱۲	۲۰	۲۷۹
۲۹۱	شاہِ مصر نے آپ کو خرید کر بیٹا بنالیا	۱۲	۲۱	۲۷۹
۲۹۲	جوانی میں اللہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی	۱۲	۲۲	۲۷۹
۲۹۳	زلیخا نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بہلانے کی کوشش کی	۱۲	۲۳	۲۸۲
۲۹۴	جبکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے انکار کر دیا اور محفوظ رہے	۱۲	۲۳	۲۸۲
۲۹۵	زلیخا نے آپ کا قصد کر لیا تھا مگر آپ گمراہی سے باز رہے	۱۲	۲۴	۲۸۲
۲۹۶	زلیخا نے آپ کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی، پھر الزام بھی لگا دیا	۱۲	۲۵	۲۸۴
۲۹۷	گواہ نے کہا اگر کُرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے	۱۲	۲۶	۲۸۵
۲۹۸	اور اگر کُرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے آپ سچے ہیں	۱۲	۲۷	۲۸۵
۲۹۹	شاہِ مصر نے جان لیا کہ عورت جھوٹی اور فریب کار ہے	۱۲	۲۸	۲۸۶
۳۰۰	شاہِ مصر نے کہا اپنے گناہ کی معافی مانگ	۱۲	۲۹	۲۸۶
۳۰۱	شہر کی دیگر خواتین یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش کی	۱۲	۳۰	۲۸۶
۳۰۲	عورتوں نے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا یہ تو فرشتہ ہے	۱۲	۳۱	۲۸۸

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۸۸	۳۲	۱۲	زلیخا نے کہا یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں	۳۰۳
۲۹۰	۳۳	۱۲	سیدنا یوسف نے دُعا کی یا اللہ! اس برائی سے مجھے قید زیادہ پسند ہے	۳۰۴
۲۹۰	۳۵،۳۴	۱۲	اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپکو قید خانہ میں بھیج دیا گیا	۳۰۵
۲۹۱	۳۶	۱۲	قید خانہ میں موجود دو ساتھیوں نے خوابیں دیکھیں اور تعبیر پوچھی	۳۰۶
۲۹۳	۳۷	۱۲	آپ نے فرمایا تعبیر کا علم میرے رب کی طرف سے ہے	۳۰۷
۲۹۳	۳۸	۱۲	میں نے اپنے باپ دادا کا دین اختیار کیا ہے جو حق پر تھے	۳۰۸
۲۹۴	۳۹	۱۲	اے ساتھیو! کیا متعدد رب اچھے ہیں یا ایک اللہ؟	۳۰۹
۲۹۵	۴۰	۱۲	تم ایک اللہ کی عبادت کرو کسی اور کو اسکا شریک نہ ٹھہراؤ	۳۱۰
۲۹۵	۴۱	۱۲	آپ نے اپنے ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی	۳۱۱
۲۹۷	۴۲	۱۲	آپ نے آزاد ہونیوالے ساتھی سے کہا کہ بادشاہ کو میرا ذکر کرنا	۳۱۲
۲۹۷	۴۲	۱۲	وہ بھول گیا جس وجہ سے آپ کئی برس جیل میں رہے	۳۱۳
۲۹۷	۴۳	۱۲	بادشاہ نے خواب دیکھا اور درباریوں سے اسکی تعبیر پوچھی	۳۱۴
۲۹۹	۴۴	۱۲	درباریوں نے معذرت کی اور کہا ہم یہ علم نہیں جانتے	۳۱۵
۲۹۹	۴۵	۱۲	آپ کے جیل کے ساتھی کو یاد آیا تو کہا مجھے بھیجو میں تعبیر بتاؤنگا	۳۱۶
۲۹۹	۴۶	۱۲	اُس نے آپ کو جیل میں آکر بادشاہ مصر کا خواب سنایا	۳۱۷
۳۰۰	۴۷تا۴۹	۱۲	آپ علیہ السلام نے خواب کی تفصیلی تعبیر بتادی	۳۱۸
۳۰۲	۵۰	۱۲	بادشاہ تعبیر سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو اپنے دربار میں بلوایا	۳۱۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۰	آپ نے آنے سے انکار کر دیا اور کہا ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے	۱۲	۵۰	۳۰۲
۳۲۱	زلیخا نے کہا میں نے ورغلانا چاہا تھا جبکہ وہ سچے ہی ہیں	۱۲	۵۱	۳۰۲
۳۲۲	آپ علیہ السلام نے یہ اس لئے کیا کہ معلوم ہو جائے کہ میں نے بادشاہ کی پیٹھ پیچھے خیانت نہیں کی	۱۲	۵۲	۳۰۲

تمت بالخیر

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم نہ ہو وہ اس کا ٹھکانا اور آخری مقام جانتا ہے اور یہ سب کچھ صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے (٦)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کچھ لوگ اللہ سے چھپنا چاہتے ہیں جو محض گمان ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ تو کائنات کی ہر شے کو جانتا ہے کیڑے مکوڑے بھی اس کے علم میں ہیں، ایسے علیم سے انسان کیسے چھپ سکتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

آیہ مبارکہ میں اگرچہ رزق کی نسبت ایک خاص طبقہ کی طرف کی گئی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر شے کا رازق ہے۔ مخلوق کا رزق مختلف نوعیت کا ہوتا ہے بعض کا انسانی عقل میں آسکتا ہے بعض کا نہیں۔ حدیث شریف میں ہے فرشتوں کی غذا تسبیح ہے، نباتات، درخت بھی رزق پاتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ درج ہے آپ کے ذہن میں اسی عنوان کا سوال گزرا، وحی نازل ہوئی اے موسیٰ! اس رزق کے عنوان پر جو تیرے دل میں خیال گزرا ہے اس کی تسلی کیلئے اس قریبی پتھر پر لاٹھی مارو، پتھر پر لاٹھی ماری تو اس پتھر سے ایک چھوٹا سا پتھر اور نکلا پھر حکم ہوا اس چھوٹے پتھر کو لاٹھی مارو، اس کو لاٹھی ماری تو اُس سے ایک اور چھوٹا سا پتھر نکلا پھر حکم ہوا اس پتھر کو توڑو آپ نے پھر لاٹھی ماری اور یہ چھوٹا سا پتھر توڑا، تو اس کے اندر سے ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں غذا تھی اور اس کا منہ حرکت کر رہا تھا۔ کلیم علیہ السلام نے اس کے منہ کے قریب کان لگائے تو وہ کیڑا کہہ رہا تھا ''پاک ہے وہ رازق جو مجھے رزق دیتا ہے اور میرے ٹھکانے کو جانتا ہے''

اگرچہ لفظ ''دابۃ'' میں صرف زمین پر چلنے والے جانور مراد ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ جن انسان

فرشتے تمام حیوانات اس میں شامل ہیں کائنات کا رزق اس نے اپنے ذمہ کرم سے لے رکھا ہے۔ رزق حلال بھی ہے حرام بھی۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو رزق حلال سے نوازتا ہے انسان کا اپنا فعل ہے جس سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ یہی نہیں کہ وہ روزی دیتا ہے وہ ہر مخلوق کے رہنے سہنے چلنے پھرنے اور ٹھکانے کو بھی جانتا ہے بعض نے کہا ہے ''مستقر'' سے مراد عالم ارواح ہے اور ''مستودع'' سے مراد ماں کا پیٹ ہے اکثر مفسرین کے نزدیک ''مستقر'' سے مراد دنیا کی زندگی ہے اور ''مستودع'' سے مراد قبر حشر برزخ کی زندگی ہے۔ کائنات کے سارے علوم کتاب مبین لوح محفوظ میں موجود ہیں۔ لوح محفوظ سے ہر نبی، ولی، غوث، قطب اپنی بساط کے مطابق فائدہ لیتے ہیں۔

تفسیر مظہری میں شیخ سرہندی علیہ الرحمہ کا واقعہ درج ہے: آپ کے بیٹوں کو ملا طاہر لاہوری پڑھانے آتے تھے ایک دن آپ بھی موجود تھے ملا طاہر کو دیکھا، جب وہ چلے گئے تو آپ نے بیٹوں سے کہا، بیٹو! تمہارا اُستاد تو جہنمی ہے، بچوں نے کہا بابا جی پھر جنتی بنا دیں آپ نے فرمایا میں لوح محفوظ پر دیکھوں گا، فرماتے ہیں میں نے لوح محفوظ کو دیکھا وہاں بھی لکھا تھا یہ جہنمی ہے، تو مجھے غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کی بات یاد آئی آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ میری دعا سے تقدیروں کو بدل دیتا ہے میں نے عرض کی اللہ اپنے بندے عبدالقادر جیلانی کا واسطہ، ملا طاہر لاہوری کی تقدیر کو بدل دے، لوح محفوظ پر اس کا جنتی ہونا لکھا گیا تمام مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے یہاں کتب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔

رزق ذمہ تو اللہ کے ہے مگر انسان کو چاہئے حلال رزق کے حصول کیلئے کوشش کرے اس میں برکت ہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو حرام رزق میں برکت نہیں، وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، یہ سوال ذہن میں نہیں آنا چاہئے کہ جب رزق اللہ کے ذمہ ہے تو لوگ بھوکے پیاسے کیوں مرتے ہیں؟ جواب واضح ہے رزق کی ذمہ داری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی عمر پوری نہیں ہو جاتی عمر پوری ہوگئی ہے تو بہر حال مرنا ہے۔

امام قرطبی نے اس آیہ کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے کچھ لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو خوراک کی کمی محسوس کی۔ ایک آدمی کو حضور کے ہاں بھیجا کہ وہاں سے کھانا لائے، وہ بندہ حاضر ہوا تو حضور ﷺ اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمارہے تھے" وما من دابة "یہ سن کر واپس ہو گیا کہ رزق تو اللہ نے ذمہ لیا ہے ہمیں ضرور ملے گا، ہم جانوروں سے گئے گزرے تو نہیں واپس جا کر ساتھیوں کو بتایا مطمئن ہو جاؤ سامان خوردونوش پہنچ رہا ہے، ساتھی یہ سمجھے کہ حضور ﷺ نے وعدہ فرمالیا ہوگا بس چند لمحات ہی گزرے تھے کہ ایک شخص بہت سا سامان لے کر آ گیا سب نے پیٹ بھر کر کھایا بچ گیا تو مناسب سمجھا یہ حضور ﷺ کو واپس کر دیں کام آجائے گا پھر یہی لوگ دربار رسالت میں پہنچے اور شکریہ ادا کیا کہ آپ نے بہت سا کھانا بھیج دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ میں نے نہیں بھیجا اس ذات نے بھیجا ہے جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸

صدق اللہ العظیم

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں بنایا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے اور اگر آپ اُن سے کہیں کہ تم یقیناً موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ کہیں گے یہ صرف کھلا جادو ہے (۷) اور اگر ایک مدت تک ہم اُن سے عذاب مؤخر کر دیں تو ضرور کہیں گے عذاب کو کس چیز نے روک دیا آگاہ ہو جاؤ جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہوگا تو پھر وہ اُن سے دور نہیں کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ان کا احاطہ کرے گا (۸)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی کا ذکر ہے کہ وہ ہرشئ کورزق دیتا ہےاس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ اُس نے اتنے بڑے وسیع وعریض پھیلے ہوئے آسمانوں اور زمین کوصرف چھ دنوں میں پیدافرمایایہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہےاتنی بڑی بلندوبالااشیاءصرف چھ دن میں پیدا کر دیں۔دودنوں میں آسمان، دودنوں میں زمین، دودنوں میں آسمان وزمین کی تمام مخلوق کو پیدافرمایا۔اس آیہ سے مراد یہ ہے کہ ان کے بنانے میں اتناوقت لگا جتناچھ دنوں کا ہوتا ہے یہ معنی اس لئے کہ دن رات تو اس وقت تھے ہی نہ، کائنات میں چیزیں بنانے والے پہلے اُن اشیاءکواکٹھا کرتے ہیں جن سے چیز بنائی جائے رب کائنات نے بغیراشیاء کے اکٹھاکئے زمین وآسمان کوتخلیق کیااس لئےعبادت کا حقدار بھی وہی ہے۔

کائنات میں کاریگر جو چیزیں بناتے ہیں پہلے ان کا نقشہ دیکھتے ہیں یہاں پر بغیر نقشہ دیکھے زبردست مخلوق بنائی ہے،عام کاریگر پہلےشئ کا میٹریل لکڑی لوہاوغیرہ اکٹھا کرتے ہیں پھر چیز بناتے ہیں یہاں پر ایسی کوئی چیز بھی دکھائی نہیں دیتی۔دنیا کے عام کاریگر کسی شے کو بناتے ہیں تواس میں کمی بھی رہ جاتی ہےضرورت سے زیادہ کوئی شے بھی ہوجاتی ہے۔زمین وآسمان کی تخلیق میں ایسی بھی کوئی شئ نہیں کہ کمی رہ گئی ہوتو اُسے دوبارہ بنایا گیا،زیادہ ہوگئی ہوتواسے کم کیا گیاہو۔اللہ تعالیٰ کا خالق ہونااس قسم کےتمام نقائص سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کیسی عظیم ہے ورطہ حیرت میں ڈالتی ہے کہ پہلی ہی مخلوق مضبوط مفید مکمل اور خوشنما ہے کہ زیادتی کی ضرورت نہیں، نہ تبدیلی کی حاجت۔آسمان سات ہیں،ایسے ہی زمینیں بھی سات ہیں،فرق یہ ہے آسمان علیحدہ علیحدہ ہیں اور زمینیں ملی ہوئی ہیں جیسے پیاز کے چھلکے ملے ہوتے ہیں بعض نے کہازمین اپنے خطوں کے لحاظ سے سات ہے،مشرق،مغرب،شمال،جنوب،جنگل،آبادی،پانی۔آسمانوں کے ایک دوسرے سے دور ہونے سے متعلق حدیث شریف میں آتا ہےایک آسمان سے دوسرے تک جانے میں پانچ سوسال کی مسافت ہے،قربان جائیں محبوب پاک علیہ السلام کی قوت نبوت پر کہ ان ساتوں

آسمانوں کو معراج کی رات کس قدر تیزی سے طے کیا، آسمانوں کے پیدا کرنے میں آسمان اور ان کی ساری چیزیں شامل ہیں ایسے ہی زمین کے پیدا کرنے میں، زمین اور اس کی ساری اشیاء شامل ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے، آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اتوار کو اس پر پہاڑ بنائے، درختوں کو پیر کے دن بنایا نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جمعرات کے دن حیوانات پھیلائے اور جمعہ کے دن عصر کے بعد سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آیہ مبارکہ میں عرش کے پانی پر ہونے کا بھی ذکر ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

آیہ مبارکہ میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر فرمایا گیا محبوب! اگر آپ انہیں کہیں کہ تم قیامت کو اُٹھائے جاؤ گے تو کہتے ہیں یہ تو جادو ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے مرنے کے بعد اٹھائے جائیں، اس آیہ میں کفار کی ضِد کا ذکر ہے ان کی ہٹ دھرمی کو اس طرح بھی فرمایا گیا اگر ہم ان سے عذاب کو مؤخر کریں اور کچھ دن بعد لائیں تو کہتے ہیں عذاب کو کس نے روک لیا، عذاب سے مراد عذاب جنگ، عذاب موت، عذاب قبر، عذاب آخرت بھی ہوسکتا ہے۔ سب کو بتایا جا رہا ہے جب عذاب آجائے گا تو پھیرا نہیں جائے گا اور وہ عذاب ہر طرف سے کفار کو گھیرے میں لے لے گا۔

آیہ مبارکہ میں کائنات کی تخلیق کا مقصد یہ فرمایا گیا تا کہ انسانوں کو آزمایا جائے کون اس پر غور وفکر کر کے ہم تک پہنچتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر عذاب کو امت معدودہ تک روکیں یہاں پر اُمت سے مراد وقت ہے جماعت نہیں، کہ عذاب کو کچھ دیر روک لیں تو چاہئے تو یہ تھا کہ اس سے وہ فائدہ اُٹھاتے معافی مانگتے مگر اُلٹا طعن وطنز کرتے ہیں کہاں ہے وہ عذاب، لاؤ ذرا دیکھیں تو سہی وہ کیسا عذاب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً
ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾
وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ
إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم
مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾

صدق اللہ العظیم

اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت کی لذت چکھائیں اور پھر اس رحمت کو واپس لے لیں تو یقیناً یہ نا اُمید اور ناشکرا ہو گا (۹) اور اگر ہم اُسے مصیبت پہنچنے کے بعد آرام وسکون کا ذائقہ چکھائیں تو وہ ضرور کہے گا میری ساری مصیبتیں دور ہو گئیں بے شک وہ اترانے والا اور شیخی مارنے والا ہے (۱۰) ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور کام اچھے کئے انہیں کیلئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے (۱۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی کمزوری کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتے کبھی فخریہ اکڑتے ہیں کبھی مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور بددلی سے ان کے چہرے پریشان دکھائی دیتے ہیں ارشاد ہوتا ہے اگر ہم کفار کو رحمت کا مزہ چکھائیں اور پھر وہ انعامات اُن سے چھین لیں تو مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں کافر عیش وعشرت کو اپنے کسب کمال ہمت پر محمول کرتا ہے اور تکلیف کو زمانے کی گردش کی طرف پھیر دیتا ہے پچھلے عیش و آرام کو بھول جاتا ہے مگر مومن کی شان اس سے مختلف ہے وہ نہ ماضی بھولتا ہے نہ مستقبل سے بے خبر ہوتا ہے مومن کی یہ حالت اس لئے ہے کہ اسے حضور ﷺ سے نسبت ہے رغبت ہے اور آپ کی تعلیم ایسی ہے کہ ہر مرحلہ پر اُسے سکون سے نوازے رکھتی ہے۔

مومن مایوس کیوں نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ رحمان ورحیم ہے ستار ہے غفار ہے اسلام ہی وہ دین ہے جس نے بتایا کہ صبر میں بھی رب کے انعام ہیں شکر میں بھی کافر کی حالت کو اس طرح فرمایا

گیا اگر ہم اُسے مشکلات کے بعد انعام سے نواز دیں تو کہتا ہے برائیاں مصیبتیں ختم ہوگئیں اور وہ اس پر غرور کرتا ہے اتراتا ہے وہ اس کرم کو ہماری طرف سے نہیں سمجھتا کہ ہم نے اُسے آرام بخشا، اُس کا تکبر وغرور سے اترانا یہ ایسا عمل ہے جو عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں صابرین اور اچھے اعمال کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا جو مشکلات میں صبر کرتے ہیں، آسائش وآرام میں شکر کرتے ہیں ان لوگوں کے یہ اعمال صالح ہیں اور انہیں اعمال صالح کی برکت سے اللہ کے فضل سے ان کی معافی ہوگی اور وہ عظیم اجر سے نوازے جائیں گے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشکرے بے صبرے، متکبر، مغرور انسان کو پسند نہیں کرتا آیہ مقدسہ سے واضح ہو رہا ہے کافر کو مال ودولت حق سے دور کر دیتا ہے خدا ورسول کا باغی بنا دیتا ہے مگر مومن کو مال ودولت اللہ کے قریب کرتا ہے مال چیز تو ایک ہی ہے مگر مومن کیلئے مفید اور کافر کیلئے نقصان دہ، کافر مصیبت میں مایوس ہوتا ہے اور راحت میں ناشکری کرتا ہے جبکہ مومن مصیبت میں صبر کرتا ہے راحت میں شکر کرتا ہے، مومن کیلئے مصیبت اور راحت دونوں خیر بن جاتی ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا مومن کو کانٹا چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اُس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا مومن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، تھکاوٹ یا بیماری، غم ہو یا فکر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک ہے جسے انس بن مالک روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بڑی مصیبت کا اجر بھی بڑا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُسے کسی مصیبت میں ڈال دیتا ہے جو اس سے راضی ہو تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور جو مصیبت سے ناراض ہوا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوحٰۤى اِلَيۡكَ
وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا
لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ
مَلَكٌ‌ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌؕ ﴿۱۲﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ‌ؕ
قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ
وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

کیا آپ وحی کے کسی حصہ کو چھوڑنے والے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہونے والا ہے کہ وہ تمہیں یہ کہیں گے کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر شئی کا نگہبان ہے (۱۲) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے تو آپ کہیئے پھر تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ اور اپنی مدد کیلئے اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو (۱۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں کفار کی بہانہ بازیاں، تکبر وغرور کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں کہ اگر تم نبی ہو تو ایسا کیوں نہ ہوا یہ کیوں نہ ہوا، اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: عبداللہ بن اُمیّہ مخزومی حضور سے کہتا تھا اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر شئی پر قادر ہے تو آپ کو خزانے کیوں نہیں دیتا اور آپ کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں آتے جو آپ کی نبوت کی گواہی دیں، اگر کوئی نہ مانے تو فرشتے سزا دیں ایک دو مرتبہ ایسا ہو گیا تو لوگ آپ کو ماننا شروع کر دیں گے، تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوگئی۔

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے کہ محبوب شاید تم وحی الٰہی کے وہ حصّے چھوڑ دو گے جن میں بتوں کی مخالفت ہے کفار نے کہا تھا ہمیں وہ آیات سنائیں جن میں بتوں کی برائی نہ ہو کسی نے کہا یہ قرآن ہمیں منظور نہیں کوئی دوسرا قرآن لاؤ کفار نے مشورہ کیا کہ حضور کو اتنا مجبور کر دو کہ وہ ہمارے ایمان

کے لالچ میں بتوں کی مخالفت والی آیتیں چھوڑ دیں کفار کے اس قسم کے بیہودہ نظریات سے حضور ﷺ پریشان رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے کفار کو سنانے کیلئے فرمایا ’’ لعلک تارک ‘‘ کافر سمجھے بیٹھے ہیں شاید آپ دین کی تبلیغ چھوڑ دیں گے حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے یہ لفظ ’’لعلّ‘‘ کفار کی ترجی کیلئے آرہا ہے ورنہ حضور ﷺ بتوں کی برائی کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ محبوب آپ ان بیہودہ اعتراضات سے دل تنگ نہ ہوں ان کی لچر باتوں سے حضور کو تکلیف ہوتی، ان کا یہ کہنا آپ پر خزانہ کیوں نہیں اُترتا، آپ کی حمایت و گواہی کیلئے فرشتے کیوں نہیں اُترتے ان کا یہ کہنا کہ یہ قرآن تو ان کا اپنا بنایا ہوا ہے کوئی دوسرا لائیں۔ محبوب کریم آپ انہیں فرمادیں اگر یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو تم اس کی مثل دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو مدد کیلئے بلالو، جتنی طاقت رکھتے ہو خرچ کرلو کفار کو یہ کھلا اور واضح چیلنج کر دیا گیا ہمت ہے تو بنالاؤ۔ یہ آیہ کریمہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، جہاں علم کے مدعی لوگ رہتے تھے مگر کیا مجال کہ جواب دے سکیں۔

دوسری جگہ یہ ارشاد فرمایا گیا دس سورتیں تو بڑی شئی ہے تم ایک سورۃ بھی اس جیسی نہیں لاسکتے۔ ایک اور مقام پر اس سے بھی بڑا اعلان فرمایا گیا ہے اگر تمام جن، انسان ساری کائنات اکٹھی ہو جائے تو بھی جواب نہیں لاسکتے۔ دنیا شاہد ہے کفار نے کسی مرحلہ پر بھی جواب دینے کی ہمت نہ کی اور نہ ہی تھی۔

تیرے سامنے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آیہ مبارکہ میں ’’لعل‘‘ کا لفظ ارشاد ہے جس کا معنی یہ ہے کہ محبوب! ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے لیکن اس وجہ سے وحی کی تبلیغ میں کمی نہ کریں، استفہام انکاری کے طور پر بھی معنی کیا گیا ہے کہ محبوب! کیا آپ ان کی خباثتوں کے باعث تبلیغ ترک کر دیں گے؟ نہیں بالکل نہیں، آپ ایسا نہیں کریں گے۔ حضور ﷺ کو عنایت و کرم سے نوازا جا رہا ہے آپ ان کی پرواہ نہ کریں اور تبلیغ کا کام کرتے رہیں، دین کا کام نہ کرنا گناہ ہے اور حضور ہر گناہ سے پاک ہیں کہ معصوم ہیں۔ ’’ لعلک ‘‘ بیان فرمانے کا یہ مقصد نہیں کہ فی

الواقع آپ کے بارہ میں ایسا گمان ہوسکتا تھا بلکہ مقصود اِن چیزوں سے بری ہونا بیان کرنا ہے کہ آپ نہ قرآن کا کوئی حصہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ آپ کو ان کی فرمائشوں سے دل تنگ ہونا چاہیئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

صدق اللہ العظیم

پھر اگر وہ تمہارے چیلنج کو قبول نہ کریں تو یقین رکھو کہ قرآن پاک اللہ ہی کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا اور اُس کے بغیر کوئی عبادت کا مستحق نہیں (اے کافرو!) کیا تم اسلام لانے والے ہو (۱۴) جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ان کے تمام اعمال کا صلہ یہیں دیدیں گے اور ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی (۱۵) یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور جو کچھ دنیا میں کیا برباد ہوگیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے مٹنے والا ہی تھا (۱۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ اگر وہ قرآن پاک کے متعلق کہتے ہیں یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو وہ اللہ کے بغیر سب کو بلالیں اور جواب دیں وہ جواب نہ دے سکیں گے تو اب چاہیئے کہ کفار سیدھی راہ پر آجائیں اور حق کو مان لیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے انسان کا بنایا ہوا نہیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب وہ تمہارے چیلنج کا جواب نہ دے سکیں تو انہیں بتادیں یہ خدا کا کلام ہے صرف اللہ ہی کے علم سے نازل کیا گیا ہے یہ خطاب ایمانداروں سے بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کفار تمہارا

جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو یہ اللہ کا کلام ہے، اسی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ مفسرین نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہاں ''لکم'' کا خطاب کفار سے ہے اور بتایا جا رہا ہے اے کافرو! اگر تمہارے معبودانِ باطل اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں تو پھر یقین کر لو یہ کلام اللہ کا ہے اسی کی طرف سے اُتارا گیا ہے اور وہی سچا معبود ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جو کوئی اپنی زندگی میں عیش وعشرت کا ارادہ کر کے اچھے کام کرے ہم اس کے اعمال کا صلہ دنیا میں ہی دے دیں گے اور ذرہ بھی کمی نہیں کی جائے گی یعنی کفار ومشرکین جو بھی ایسا کام کریں جس سے اچھائی کا پہلو نکلتا ہے سرائے بنانا، پانی کا نل لگانا، سڑکیں بنانا، ہسپتال تعمیر کرانا ایسے کاموں کا بدلہ اُنہیں دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، قیامت کے دن ان اعمال کا کوئی اجر نہیں دیا جائے گا۔ کفار کی دنیوی زیب وزینت اسی کا نتیجہ ہے گویا دنیا میں امیر ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اصل بھلائی آخرت کی ہے اگر کوئی مسلمان بھی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ دنیا کے دکھاوے کیلئے کرے اور اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو تو وہ بھی اِسی زُمرے میں شمار ہوگا کہ اس کے پیشِ نظر اللہ کی خوشنودی نہیں، دنیا کا وقار ہے، دنیا کی عزت چاہنے والے خراب نیّت سے نیکی کا بیج بوتے ہیں تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آخرت میں ان کا حصہ نہیں ہوتا کہ ان کی تمام عبادات اللہ کیلئے نہیں دنیاوی جاہ وجلال کیلئے ہوتی ہیں۔

آیہ مبارکہ میں حیات دنیا کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مراد شرک، کفر، ریاکاری، منافقت، دھوکہ دہی یہ زندگی حیات دنیا ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ ''لا یبخسون'' ان کے اعمال کے بدلہ میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔ سخت ترین دشمن کو بھی دنیا کے ظاہری اچھے کاموں کا اجر دیتا ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا جب ظالموں کو ان کے کیے کا اجر دیتا ہے تو اپنے محبوبوں کو کیسے محروم کر دے گا۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے انسان جس کام کو جس نیت سے کرے گا اسی اعتبار سے اس کو صلہ دیا جائے گا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔ ''انما الاعمال بالنیات'' کا ارشاد اس کی کھلی اور واضح تفسیر ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کی نیت اپنے اعمال میں طلب آخرت ہوتی ہے اللہ دنیا میں اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے اور جس شخص کی نیت طلب دنیا کی ہوتی ہے اللہ محتاجی اس کے سامنے کر دیتا ہے اس کی حاجت کبھی پوری ہی نہیں ہوتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

کیا جو شخص اللہ کی طرف سے دلیل پر ہو اور اُس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ بھی ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو رہنما اور رحمت ہے (وہ بھی گواہ ہو) وہ ان منکروں کے برابر ہوسکتا ہے یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام فرقوں میں سے جس نے بھی اس کے ساتھ کفر کیا اس کی وعید کی جگہ دوزخ ہے (اے مخاطب) تو اس کے متعلق شک میں نہ پڑنا بیشک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے (۱۷) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا آگاہ ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے (۱۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے اس عقیدہ کی تردید کی جارہی ہے کہ دنیا میں جو چاہو کرلو قیامت کو بت ان کی مدد کریں گے فرمایا جارہا ہے سب کچھ ان کا باطل گمان ہے اور فرمایا گیا اس شخص سے زیادہ بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر الزام لگائے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: جب یہودی اور کفار یہ کہتے تھے مسلمان عقل سے دور ہیں اور دین موسیٰ کے منکر ہیں یہود کی یہ باتیں اس وقت ہوئیں جب چند یہودی مسلمان ہو گئے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیہ مبارکہ میں حق و باطل کا شاندار طریقہ سے مقابلہ کیا جارہا ہے ایک طبقہ وہ ہے جو دنیا کا دیوانہ ہے اور ہر شئے کو حرص کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس گروہ پر لعنت نیت کا غلبہ ہے، اس گروہ کو لالچ اور عیش وعشرت نے اندھا کر دیا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جسے دنیا میں قدرت کی طرف سے انوار و تجلیات ہی دکھائی دیتے ہیں اُسے ہر طرف قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں اور ہر شئی میں اُسے دلیل ملتی ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور پھر اس گروہ کے پاس اپنی حقانیت کے دلائل و گواہ بھی موجود ہیں۔ یہ اس کے ساتھی ہوں یا پہلے انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں میں سے اس کے اُمتی بن کر گواہی دے رہے ہوں یا انجیل و زبور ہوں جن کا ایک ایک لفظ ان کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے اور پھر موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی کتاب اس کی تائید کر رہی ہو بھلا ایسا شخص اللہ پر ایمان لانے سے دور کب ہوسکتا ہے۔

ایسی کھلی واضح نشانیوں کے بعد تو کوئی پرلے درجہ کا ضدی ہی منکر ہوسکتا ہے، رہے عقل و ہوش والے لوگ وہ تو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں گواہ کا ذکر ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک ہے یہ زبان معجزہ ہے اور معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے لہذا یہ زبان خود نبوت کی گواہ بن گئی یا اس سے مراد پہلی اُمتوں کے مسلمان ہونے والے لوگ جن کا ایمان لانا ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی گواہی تھی یا اس سے مراد حضرت علی ہیں کہ آپ نے بچپن میں کلمہ پڑھ کر نبوت کی گواہی دی یا حضرت خدیجہ مراد ہیں کہ آپ نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا یا اس سے مراد کائنات بھر کے چرند پرند وحیوانات کی گواہی ہے یہ سارے واقعات و

معاملات حضور کی نبوت کی کھلی گواہی ہے کتاب سے مراد تورات ہے جس کا ایک ایک حرف حضور علیہ السلام کی گواہی دیتا ہے اور یہ کتاب حضور کی نعت ہے اور گواہ سے مراد قرآن پاک بھی ہوسکتا ہے جو حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جو اس نبی یا دین اسلام کا انکار کرے گا جہنم اس کا مقام وعدہ ہے ”فالنار موعدہ“ نار اس کا ٹھکانا ہے، جہنم کے ۱۳۰ ناموں میں ایک نام نار بھی ہے۔ عقل مند انسان سے فرمایا گیا ہے ”فلا تک فی مریہ“ شک میں نہ پڑ۔ حضور علیہ السلام قرآن، دین، اسلام حق ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ یہ لوگ کفار ہیں جو انکار کررہے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ کا الزام لگاتا ہے خدا کے بارہ میں اولاد کا عقیدہ رکھتا ہے یا کسی کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے یا اپنی طرف سے حلال وحرام کا فیصلہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے یہ خدا نے کہا ہے، بتوں کی پرستش کو حق جانتا ہے اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے منہ پھیرتا ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ بات اپنی طرف سے کی ہے مگر اُسے منسوب رب کی طرف کرتا ہے ایسے لوگوں پر گواہ کہیں گے یہی لوگ ہیں جو رب پر جھوٹ بولتے تھے۔ گواہوں سے فرشتے بھی ہیں ان کے نامۂ اعمال بھی ہیں ان کے اعضاء بھی ہیں ان کی رسوائی دیکھ کر عام لوگ بھی کہیں گے یہ جھوٹے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ
فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ
مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا
يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾

وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں (۱۹) وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور نہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی حمایتی ،انہیں عذاب پر عذاب ہوگا وہ نہ سن سکتے تھے نہ دیکھتے تھے (۲۰) وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خسارے میں ڈالیں اور گم ہوئیں ان سے وہ باتیں جو افترا کرتے تھے (۲۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ وہ کفار کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں کفار ہزار افتراء کریں بہانے بنائیں جھوٹ گھڑیں اسلام والوں کو عاجز نہیں کر سکتے کفار کی ایک اور سازش کو بیان فرما دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ دین اسلام سے روکتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اطاعت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگ نبی رحمت کے دامن میں نہ آئیں اور کہتے ہیں اسلام تو ٹیڑھا رستہ ہے ان کی یہ باتیں نادانی یا کم علمی کی نہیں بلکہ قصداً بغاوت ہے سرکشی ہے، ان کی یہ شرارت ہے اجنبی لوگوں کے سامنے اسلام کا غلط نقشہ پیش کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں فرمایا جا رہا ہے کفار اپنی طاقت دھونس، سرکشی اور سختی کے باوجود اللہ کو عذاب دینے سے روک نہیں سکتے کہ یہ لوگ عذاب کے فرشتوں کا مقابلہ کریں اور فرشتے ان سے ڈر کر بھاگ جائیں۔ خدا پناہ ایسی صورت نہیں ہوگی اس ارشاد میں کہ ''وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے'' ان کی کمزوری کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ ان پر جب عذاب آیا تو ایک لحہ بھر بھی آگے پیچھے نہ ہوگا اور یہ رُسوا ہوں گے فرمایا گیا جب زمین پر عذاب سے نہیں بچ سکتے تو قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے

کیسے بچ جائیں گے۔ دنیا میں تو کچھ نہ کچھ ان کے پاس ہے قیامت کو تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ روئے زمین پر عاجز نہ کر سکنے کا معنی یہ بھی ہے کہ پوری روئے زمین کے کفار مل کر بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اپنے دائرہ اختیار کی حکومت بھی کچھ نہ بگاڑ سکے گی، فرشتوں کو عاجز نہ کر سکے گی انہیں دوہرا عذاب ہوگا ایک تو اس لئے کہ خود گمراہ تھے دوسرا عذاب اسلئے کہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے ایسے ہی اس شخص کو دوہری جزا ملتی ہے جو خود اچھے کام کرتا ہے اور لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں کفار کی کئی خباثتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے خود گمراہ ہیں، اللہ کے حضور ذلیل ہوں گے ان کی گمراہیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ دین اسلام سے روکتے ہیں اسلام کے قواعد وضوابط میں شبہے ڈالتے ہیں انہیں کوئی عذاب سے نہ بچا سکے گا کفار حق بات سننے کی ہمت ہی نہیں رکھتے کفار کے ان جرائم اور گناہوں کی بناء پر ان کی یہ حالت ہوئی انہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا ان کا وجود تو نظر آ رہا ہے مگر فائدے کی باتیں ختم ہوگئی ہیں۔ آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے اسلام میں من گھڑت تاویلات قواعد وضوابط میں اپنی رائے دینا، ہٹ دھرمی کرنا کفار کا شعار ہے مسلمانوں کا نہیں، حیلے بہانے بنا کر خدا کی راہ سے روکنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کفار کا کوئی مددگار نہیں اس سے واضح ہے اللہ کے فضل سے ایمانداروں کے مددگار ہوں گے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا ''ضل عنھم ما کانو یفترون'' ان کی ساری باتیں سازشیں بے کار ہوگئیں جن بتوں سے نجات کی اُمید کرتے تھے وہ کہیں نظر ہی نہیں آتے ان کا نام ونشان ہی نہیں ملتا۔ انہیں کیئے کی سزا مل گئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾

یقیناً وہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں (۲۲) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے اور اپنے رب کی طرف جھک گئے یہی لوگ جنت والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲۳) دونوں گروہوں کا حال ایسا ہے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا ہے اور سنتا ہے کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۲۴) اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا بیشک میں تمہارے لئے ڈر سنانے والا ہوں (۲۵)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں کفار اوران کے انجام کا ذکر تھا اور ارشاد تھا ان کا کوئی حامی نہیں، اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں کا ذکر ہے کہ ان کا انجام اچھا ہے۔" لا جــــرم" فرما کر بتایا جار ہا ہے کہ کفار قیامت کو نقصان والے ہیں کہ دنیا میں ان لوگوں نے اعمال صالح کے فصل کی بوائی کی ہی نہیں، قیامت کو کٹائی کس شئی کی کریں گے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے" الدنیا مزرعة الآخرہ " دنیا آخرت کی کھیتی ہے اچھا زمیندار تو بوائی کرتا ہے پانی لگا تا ہے رکھوالی کرتا ہے اپنی کھیتی کو جانوروں سے بچاتا ہے کفار ومشرکین نے اس سلسلہ میں کوئی کام کیا ہی نہیں اس لئے قیامت کو یقیناً نقصان والے ہوں گے اور سب سے زیادہ ہوں گے ہاں جو لوگ اللہ پر ایمان لائے، احکام الٰہی کو اپنایا شریعت پر عمل کیا، حرام اور برائیوں سے بچے رہے اور اپنے کو خدا کے حضور جھکا دیا یہ لوگ جنتی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے صرف جنت میں رہیں گے ہی نہیں بلکہ

جنت کے مالک ہوں گے یہ انعام ان کے اعمال کا نتیجہ ہے ہمارا فضل ہے یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہمارے سامنے سر جھکا دیا آیتوں کو مانا ان کی زندگی کی ہر حرکت ہماری رضا کیلئے تھی جیسے ہم دشمن کو عذاب دیتے ہیں دوست کو جزا سے بھی نوازتے ہیں، کیا دوست دشمن برابر ہو سکتے ہیں، نہیں جیسے یہ بات واضح ہے کہ دیکھنے والا اور اندھا سننے والا اور بہرا دونوں برابر نہیں ایسے ہی کافر اور مومن برابر نہیں کافر اندھا بھی ہے بہرا بھی مومن دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی۔ کفار کی کئی حالتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے انہوں نے اپنے کو خسارے میں رکھا، دنیا بے کار ہوگئی دین تو تھا ہی نہیں دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ قیامت کو عذاب میں ہوں گے۔ آیہ مبارکہ میں ایک جلیل القدر نبی نوح علیہ السلام کی آمد کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ نے قوم سے کہا میں تم کو آخرت کے عذاب سے اللہ کی ناراضگی سے ڈرانے والا ہوں۔

نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس میں ۴۳ مقامات پر آیا ہے آدم علیہ السلام کے جنت سے تشریف لانے کے ایک ہزار چھ سو بیالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ جنوبی عراق میں رہتے تھے، جہاں آج کل کوفہ واقع ہے اور جو دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر جزیرہ ابن عمر کے سامنے ایک پہاڑ ہے جہاں شامی اور ترکی حدود ملتی ہیں شام کے شہر ''عین دیوار'' سے جودی پہاڑ نظر آتا ہے نوح علیہ السلام کا اصل نام یشکر یا شاکر ہے نوح لقب ہے اس سے مشہور ہوئے۔ ۹۵۰ سال تبلیغ فرمائی قوم کی سرکشی کے باعث اُن پر دعا کی طوفان آیا اور قوم برباد ہوگئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَن لَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ ٱلْمَلَأُ
ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا
بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ
هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ
عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾
قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ
بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى رَحْمَةً مِّنْ
عِندِهِۦ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا
وَأَنتُمْ لَهَا كَٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾

صدق الله العظيم

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر دردناک عذاب کا ڈر ہے (۲۶) پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پسماندہ لوگ ہی کر رہے ہیں اور ہم اپنے اوپر تیری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہو (۲۷) (نوح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کی ہو جو تم سے مخفی رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کو زبردستی مسلط کر دیں گے جبکہ تم اُسے ناپسند کرنے والے ہو (۲۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے کفار مکہ کی بے توجہی سے پریشان نہ ہونے کا ذکر فرمایا جارہا ہے محبوب! کفار نے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ان کی نافرمانی کی، ان انبیاء علیہم السلام سے سب سے پہلے جسے کفار کی بدتمیزی کا سامنا کرنا پڑا وہ نوح علیہ السلام ہیں آپ نے قوم سے فرمایا اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو میں تم پر دردناک عذاب آنے سے ڈرا رہا ہوں قوم کو اپنا نذیر ہونا فرما رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے جب انہیں تبلیغ فرمائی تو اُس دن ان کی عید کا دن تھا، نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کو

اس حالت میں پایا کہ وہ سبھی شراب نوشی کر رہے تھے کچھ بتوں کی عبادت میں مصروف ہیں کچھ زنا کاری میں مصروف ہیں، تب آپ نے یہ حکم دیا اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ کا یہ تبلیغی انداز تھا کہ تمام برائیوں سے بتوں کی پرستش کی مذمت فرمائی قوم نے عید کے دن نوح علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر کہا، اے نوح! ہم تجھے اپنے جیسا ہی دیکھتے ہیں، تیرا چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا سب کچھ ہماری طرح ہے۔ بھلا ایسا شخص نبی ہوسکتا ہے ہم نے آپ کی زندگی میں بھی دیکھا ہے، تیرے پاس گھٹیا قسم کے ذلیل لوگ ہی آتے ہیں ہم جن غریب، مزدور، گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس بیٹھنے ہی نہیں دیتے وہی تیرے ہم نوا ہیں کوئی معزز بندہ تو تیرے تابع نہیں وہ تیرے تابع اس لئے ہیں کہ وہ عقل سوچ سے عاری ہیں ہم لوگ اپنے پر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے کہ ہم آپ کی اتباع کریں۔

نوح! (علیہ السلام) ہم سمجھ رہے ہیں کہ آپ لوگ جھوٹے ہیں نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کیلئے قوم نے کئی دلائل دیئے، ایک بات یہ کہی کہ نبوت کا دعویدار انسان نہیں ہوسکتا، کوئی فرشتہ، جن ایسا دعویٰ کرے تو الگ بات ہے ایک بات اور کہی نوح تو بھی ہمارے جیسا بشر ہی تو ہے تجھے نبی کیسے مان لیں آپ کی نبوت نہ ماننے میں ایک شبہ اور پیش کیا کہ تیرے پاس مال و دولت سرداری اور طاقت تو ہے نہیں، نبی کیسے مانیں اگر اللہ نے نبی بھیجنا ہوتا تو ہم میں سے کسی رئیس کا انتخاب کرتا، قوم کی بھرپور مخالفت کے باوجود آپ حوصلہ ہمت سے کھل کر فرماتے ہیں اے میری قوم! سختی کے جواب میں پیار کا انداز اختیار فرمایا جا رہا ہے اے میری قوم! سوچو اور پھر بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایمان کی روشنی کے ساتھ ہوں جس سے مجھے پتہ چل گیا ہے تمہاری بدکاری کا انجام کیا ہونے والا ہے، اور یقیناً اللہ نے مجھے نبوت عطا کی ہے پھر وہ نبوت تم سے پوشیدہ کر دی گئی ہے تا کہ تمہارا ایمان بالغیب رہے۔ پھر ضروری نہیں کہ ہر شے تمہیں دکھائی جائے، بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو تم دیکھتے نہیں مگر مانتے ہو جیسے پھول میں خوشبو دیکھتے نہیں ہو مگر مانتے ہو، میری نبوت کو ایسے مان جاؤ اگر تم نے میری ساری زندگی میں میرا کوئی عیب دیکھا ہے تو بتاؤ۔

کافر اور مومن کا نبی کو دیکھنا بالکل الگ الگ نوعیت کا ہے کافر نے دیکھا بے ایمان ہوا مومن نے دیکھا صحابی بن گیا، کافر نے اپنے جیسا کہا مومن نے نبی کو کائنات سے ممتاز جانا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

اے قوم! میں تم سے اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن تم کو جاہل دیکھتا ہوں (۲۹) اور اے قوم مجھے اللہ سے کون بچائے گا اگر میں انہیں دور کروں گا تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے (۳۰)

تفسیر

سیدنا نوح علیہ السلام کفار کے اس وہم کا جواب دے رہے ہیں کہ شاید نوح علیہ السلام دولت اکٹھی کرنے کیلئے یہ کام کر رہے ہیں یا اگر ہم مسلمان ہو گئے تو ہم سے ایمان لانے کا ٹیکس وصول کیا جائے گا کفار کے اس نظریہ کی تردید فرمائی جا رہی ہے، اے قوم! میں تم سے کوئی اَجر نہیں چاہوں گا مال نہیں مانگوں گا مجھے مال کی ضرورت نہیں میں تو تمہیں حق کی راہ پر دیکھنے کا خواہش مند ہوں میری اس محنت تبلیغ کا اجر تو مجھے میرا اللہ دے گا یہ اس نے اپنے ذمہ کرم لے رکھا ہے تم مجھے دے بھی کیا سکتے ہو، دین سمجھانے کا یہ میرا کام دائمی ہے تمہاری دنیا فانی ہے جو اس کا اجر بن ہی نہیں سکتی۔ نوح علیہ السلام کے اس جواب میں ایک حکمت یہ بھی ہے لوگو! تم نے مجھے اپنے جیسا بشر جانا اگر یہ بات صحیح ہوئی تو میں تم سے مال و دولت کا خواہاں ہوتا، مجھے مال و دولت کی خواہش نہیں جس کا معنیٰ یہ ہے میں تم جیسا نہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ غریب لوگ میرے ساتھ ہیں میں ان سے پیار کرتا ہوں یہ اس لئے کہ مجھے مال و

دولت سے پیار نہیں ان سے پیار ہے جو خدا سے پیار کرتے ہیں اگر میں مال کا طالب ہوتا تو امیروں کے دروازے کھٹکھٹاتا اُن سے بھیک مانگتا میرے متعلق تم نے غلط نظریہ اختیار کر لیا کہ میں مال حاصل کرنے کیلئے سب کچھ کر رہا ہوں یہ بھی یاد رکھو میں ان مخلص مومنوں کو ہٹانے والا نہیں جو سب کچھ چھوڑ کر میرے ساتھ وابستہ ہو گئے ہیں اور اللہ سے پیار کر رہے ہیں۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو یہی غریب لوگ ہیں جن کے متعلق تم مجھے کہتے ہوان کو دُور کر دوں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا تم جیسے ہزاروں ان پر قربان کر دوں گا مگر انہیں اپنے قُرب سے دُور نہیں کروں گا میری محبت نے ہی تو انہیں یہ درجہ دیا ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے، مجھ سے یہ مطالبہ کہ میں انہیں الگ کر دوں یہ جاہلانہ مطالبہ ہے یہ نبوت کی قوت ہے کہ نوح علیہ السلام قوم کے سامنے کس قدر ہمت، دلیری اور حوصلہ سے خطاب فرما رہے ہیں اُن سرکش جاہلوں، مال و دولت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق گوئی فرما رہے ہیں اور یا قوم کہہ کر پیار کا مظاہرہ بھی ہے، تبلیغ کے اس انداز کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے **"اُدع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنه"** لوگوں کو اپنے رب کی طرف دانائی اور اچھی گفتگو سے بلاؤ۔

آیہ کے آخر میں پھر ایک مرتبہ "یا قوم" فرما کر بتایا اے میری قوم! مجھے یہ بتاؤ کہ لوگ جو میری محبت کی بنا پر قرب الٰہی میں آ گئے ہیں اگر تمہارے کہنے پر انہیں دور کر دوں تو یہ لوگ اپنے ٹوٹے دلوں کے ساتھ اللہ کے حضور میری شکات کر دیں تو میرا رب مجھے عتاب نہ فرمائے گا اور پھر اللہ کے حضور میری مدد کون کرے گا پھر اگر تمہارے مطالبے پر میں انہیں الگ کر دوں تو اس میں کفر کی ہیبت ہے، اور ایمان کی رسوائی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایمان کو رسوا کروں اور کفر کو عزت دوں۔

نوح علیہ السلام کے اس دلیرانہ خطاب سے پتہ چلتا ہے نبی کو اللہ بہادری فتح اور وقار سے نوازتا ہے آپ کی یہ ہیبت ایسی چھا گئی، کفار نے ساری باتیں سن لی ہیں مگر جواب دینے سے گھبرا گئے۔ علماء مبلغین کو بھی انبیاء علیہم السلام کا اُسوۂ حسنہ اپنانا چاہئے اللہ کی رضا کو مقدم جانیں مال و دولت سے بے نیاز ہوں،

غریب ایمانداروں کو امیروں پر ترجیح دیں۔ جس قسم کا مطالبہ قوم نے نوح علیہ السلام سے کیا کہ غریبوں کو دور کر دیں ہم نزدیک ہو جائیں گے تو آپ نے مسترد کر دیا بالکل ایسا ہی مطالبہ ابوجہل، ابولہب نے حضور ﷺ سے کیا آپ کے جواب دینے سے پہلے بارگاہ قدس سے فرمایا گیا" **لا تعد علیک** "محبوب آپ اپنی نگاہیں غریبوں سے نہ ہٹائیں کفار قریب نہیں آتے تو نہ آئیں، غرباء کو دور نہ کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

صدق اللہ العظیم

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں (ازخود) غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں اُن کے متعلق نہیں کہتا کہ اللہ انہیں ہرگز خیر نہیں عطا فرمائے گا اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اگر بالفرض میں ایسا کہوں تو بیشک میں ظالموں سے ہو جاؤں گا (۳۱) انہوں نے کہا اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ بحث کی اب اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو (۳۲)

تفسیر

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم! میں نے تم سے کبھی دعویٰ نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں پھر تم نے میری فقیری کی وجہ سے

میری نبوت کا انکار کیوں کیا۔ آیہ مبارکہ میں قوم کے ایک اور شبہ کا جواب فرمایا جا رہا ہے، قوم نے کہا تھا کہ نوح تو ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ تیرے پاس مال ہے نہیں، دولت ہے نہیں اس کا جواب فرمایا جا رہا ہے میں نے اس فضیلت کا دعویٰ کیا کب ہے؟ اے قوم! تو نے کہا ہے کہ نبی کے پاس غریب، رذیل لوگ نہیں ہونے چاہئے، اس کا جواب فرمایا جا رہا ہے میں نے غیب دانی کا دعویٰ کب کیا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے کون ایمان سے خالی ہے، بُرا اچھا ہونا یہ غیبی شئی ہے، اور میں بذات خود غیب دانی کا دعویٰ ہی نہیں کرتا یہ تو قدرت کے فیصلے ہیں جسے چاہے ایمان سے نواز دے جسے چاہے محروم رکھے۔

قوم کا ایک شبہ اور تھا کہ نوح تو ہم جیسا ہی تو ہے اس کا جواب فرمایا گیا میں کب کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، نبی تو ہوتا ہی بشر ہے فرشتہ یا جن نبی ہوتا ہی نہیں۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ نبی کیلئے ضروری ہے فرشتہ ہو، میں یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے اندر ایسے اخلاق حسنہ پیدا کرو کہ فرشتے سے آگے نکل جاؤ۔ میں تکبر و غرور لے کر نہیں آیا کہ دعویٰ کرتا پھروں میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور غیب جانتا ہوں، غیب دانی اللہ کی صفت ہے ہاں وہ جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرما دے قوم نے ایک اور شبہ کیا تھا کہ نوح تیرے پاس غریب، مزدور، ذلیل لوگ ہیں اس کا جواب فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو تم حقیر سمجھتے ہو، برا جانتے ہو میں ان کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اللہ انہیں کبھی بھلائی نہیں دے گا، اگر ان کا سینہ نور ایمان سے منور ہوا تو ان کی ظاہر خستہ حالی کے باوجود انہیں خیرات و برکات سے نوازے گا۔ بلکہ قریب میں ہی انہیں مال و دولت دے گا اور قیامت کو جنت سے نوازے گا، اللہ بہت جاننے والا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔

اگر میں ایسا کروں جیسا تم چاہتے ہو کہ ان غریبوں کو اپنے سے دور کر دوں ایسا کرنے سے تو میں ظالموں سے ہو جاؤں گا یہ لوگ دنیا کا سب کچھ چھوڑ کر میرے دامن سے وابستہ ہوئے ہیں انہیں میں کیسے اپنے سے الگ کر دوں، تبلیغ کا کس قدر حسین انداز ہے کہ قوم مجھے ظالموں سے نہ بناؤ تم خود اپنی اصلاح کرو اور حق کو جانو آپ کے محبت بھرے کلام سے انہیں حق کی طرف آ جانا چاہیے تھا مگر متکبر تھے سرکش تھے کہنے

لگے نوح تو ہم سے بحث کرتا ہے اور بحث کو بہت بڑھا رہا ہے، اچھا نوح اگر تو سچا ہے تو وہ عذاب لے آ جس کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تجھے نہیں مانیں گے تو برباد ہو جائیں، لاؤ دکھاؤ وہ عذاب کہاں ہے کیسا ہے؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللَّهُ إِن شَاءَ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٣﴾
وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٣٤﴾
أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾
وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

صدق اللہ العظیم

(نوح نے کہا) اگر اللہ نے چاہا تو تم پر وہ عذاب اللہ ہی لائے گا اور تم (اُسے) عاجز کرنے والا نہیں ہو (۳۳) اگر میں تم کو نصیحت کروں تو میں اپنی نصیحت سے تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جبکہ اللہ تمہیں گمراہ کرنے کا اِرادہ کر چکا ہو وہی تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۳۴) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول نے قرآن کو از خود بنا لیا ہے آپ کہئے اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میرا گناہ میرے ذمہ ہے میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں (۳۵) اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے ہیں جو پہلے ایمان لا چکے ہیں پس آپ ان کے کاموں سے پریشان نہ ہوں (۳۶)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں کفار کی اس بُری حرکت کا ذکر تھا کہ انہوں نے کہا کہ دین کی باتیں کرنا محض جھگڑا ہے اور کفار نے یہ بھی کہا، نوح محض باتیں کرتے ہیں، وعدہ وعید یہ صرف کہانیاں ہیں نہ کوئی عذاب ہے نہ کوئی

مسئلہ۔سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے جواب میں کہا صبر کرو جلدی نہ کرو اللہ چاہے گا تو تم پر عذاب لے آئے گا آپ نے فرمایا عذاب دینا یا نہ دینا یہ میرا کام نہیں عذاب تو اس کے چاہنے سے ہی ہوگا اب تم مذاق کر رہے ہو، یاد رکھو جب عذاب آ گیا تو تمہارے پاس بچ جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے کہ اُسے عذاب دینے سے روک سکو۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنی ساری باتیں سنا دیں اور فریضۂ تبلیغ پورا کر لیا اور سمجھ لیا کہ قوم میری باتیں ماننے کی نہیں تو آپ نے آخری بات یہ فرمائی قوم اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت نہ چاہے تو میں جتنی بھی نصیحتیں کر لوں تم ہدایت نہ لاؤ گے آخر تم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیہ مقدسہ کا معنی واضح ہے کہ کفار و مشرکین کو وعظ و نصیحت اس حد تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے، ہاں مبلغین کو وعظ و نصیحت پر اجر ضرور ملے گا اسی اُمید پر علماء، صوفیا کو قوم کی اصلاح کی کوشش ترک نہیں کرنی چاہئے وہ اپنی پوری ہمت سے دین کا کام کرتے رہیں لوگوں کے ماننے نہ ماننے کا معاملہ اللہ پر چھوڑیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے اس اعتراض کا بھی جواب دیا جو انہوں نے کہا نوح یہ سب کچھ تو اپنی طرف سے بنا بنا کر سنا رہا ہے تو آپ نے فرمایا اگر میں نے ایسا کیا ہے جیسا تم خیال کرتے ہو تو یہ میرا جرم مجھ پر ہے اور جو تم جرم کر رہے ہو، دین کا مذاق اُڑا رہے ہو میری دشمنی کر رہے ہو میرے نظریات کو غلط کہہ رہے ہو میں تمہارے اس جرم سے بری ہوں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا نوح! تیری قوم ایمان نہیں لائے گی ہاں وہ جو ایمان لا چکے ہیں وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اے نوح! تو ان کے کردار سے مایوس نہ ہو غم نہ کر۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہدایت کا انجام کار اللہ کی طرف سے ہے وہ چاہے گا تو ہدایت ہوگی۔ مرکز ہدایت اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔نوح علیہ السلام کے جوابات سے مبلغین کو سبق ملتا ہے کہ وہ دین کا کام کرتے ہیں، حوصلہ ہمت برداشت کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور لوگوں کی جہالت بے ہودگی سے پریشان نہ ہوں اپنا کام

کرتے رہیں اور رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ایمانداروں کو حکم ہے" لا تـائیسـو من روح الله" رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوں ، مایوسی کفار کا حصہ ہے اس سے مومن کو نفرت ہے مومن اپنی توجہات و مسائل کو ہمیشہ خدائے ذوالجلال سے وابستہ رکھتا ہے اور یہ اس کی عظیم کامیابی ہے۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

صدق الله العظیم

آپ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیے اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور غرق کئے جائیں گے (۳۷) اور نوح کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی اُن کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اُڑاتے نوح (علیہ السلام) نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو تو جس طرح تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو تو وقت آنے پر ہم بھی تمہارا مذاق اُڑائیں گے (۳۸) عنقریب جان لو گے کہ کس پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب آئیگا (۳۹)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں نوح علیہ السلام کی قوم کی بدنصیبی، محرومی اور سخت دلی کا ذکر تھا قوم نے ایسے عظیم نبی کی ہدایات کو نہ مانا ، ایمان نہ لائی۔اس آیہ کریمہ میں قوم کے انجام کا ذکر ہے کہ نبی کے انکار پر وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے ۔ بارگاہ قدس سے نوح علیہ السلام کو حکم ملا ، اے نوح ! ایک کشتی بناؤ یہ کشتی اچھی ہو،

خوبصورت ہو، مضبوط ہو"صنع" کے لفظ میں یہ معانی پائے جاتے ہیں لفظ"اصنع"میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔ میٹیریل بھی اچھا ہو نقشہ بھی بہتر ہو، ساری ضروریات بھی پوری ہوں۔نوح علیہ السلام کو حکم ہے اے نوح! ہماری حفاظت میں کشتی بناؤ یایوں سمجھ لیجئے اے نوح! کشتی بناتے تم جاؤ نگرانی ہم کرتے رہیں گے اس کشتی کو بچایا کیسے جائے۔

تفسیر روح البیان شریف میں ہے کئی سالوں تک لکڑی جمع فرماتے رہے، اس لمبے عرصہ میں بچے جوان ہو گئے وہ بھی ماں باپ کی روش پر چل گئے نوح علیہ السلام کو نہ مانا عذاب کے مستحق ہو گئے کشتی بنانی شروع کردی۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا، نوح! آپ قوم کے بارہ میں کوئی بات نہ کرنا یہ جاہل ہیں ظالم ہیں یعنی اب ان سے عذاب ٹالنے کی دعا نہ کرنا، اب یہ فیصلہ ہو چکا ہے یہ سارے کافر غرق کئے جائیں گے۔ "لاتخاطبنی"میں اشارہ ہے کہ کنعان بیٹے اور بیوی واہلہ کے متعلق بچاؤ کی بات نہ کرنا، کشتی بنانا شروع کردی جب بھی قوم کے مغرور سرکش لوگ وہاں سے گزرتے اور نوح علیہ السلام کو کشتی بناتے دیکھتے تو کشتی کے بارے میں مذاق کرتے ان کے مذاق کی ایک وجہ یہ تھی کہ دریا کہیں قریب نہیں ساحل سمندر سے بہت دور تھے کشتی چلے گی کہاں؟ موصل کا علاقہ دریا سے سینکڑوں میل دور تھا، کفار مذاق کرتے اور پوچھتے نوح کیا بنا رہے ہو، فرماتے یہ گھر ہے جو پانی پر چلے گا اس پر یہ مذاق کرتے کہ خشک ریگستان میں کشتی چلنے کے تصور سے مذاق کرتے۔ مذاق کی ایک صورت یہ بھی تھی نوح کل تک تو نبی تھے اب مستری بن گئے ہو۔نوح علیہ السلام نے کہا اگر آج تم مذاق کرتے ہو تو ہم بھی کل تم سے مذاق کریں گے جب تم دوزخ میں جلو گے ہم تم سے تمہاری طرح مذاق نہیں کریں گے بلکہ تمہارے اس مذاق کے بدلے میں قیامت کو عذاب آئے گا اور یہ بدلہ کچھ دور نہیں چند دنوں کی بات ہے، عنقریب ہی تم جان لو گے اس کو جس پر عذاب آتا ہے وہ عذاب ذلیل کر کے رکھ دے گا اس عذاب میں ذلت ہوگی آگ میں جلنا، فرشتوں کا جھڑکنا، رب کی رحمت سے دوری، پل صراط کا گزر یہ ساری صورتیں کفار کی رُسوائی کی ہوں گی اور یہ عذاب اُن پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

آیہ مبارکہ سے یہ نتیجہ بھی واضح ہو رہا ہے نیکوں سے مذاق سخت کلامی کفار کا عمل ہے لوگوں کے قبیح انداز پر حوصلہ، صبر، استقامت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اسلام کے مبلغین کو بھی یہ روش اپنانی چاہیئے۔

کشتی تیار ہوگئی قرآن مقدس نے اس کشتی کا طول عرض ذکر نہیں فرمایا اگر چہ بعض روایات نے تفصیل بیان کی، امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کشتی اتنی وسیع تھی کہ آپ کا خاندان، جانوروں کا جوڑا جوڑا سما سکتا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ا۟بْنَهٗ وَ كَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾

صدق اللہ العظیم

حتی کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے نوح (علیہ السلام) سے فرمایا اس کشتی میں ہر قسم کے نَر اور مادہ جوڑوں کو سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوا ان کے جنہیں غرق کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ایمان والوں کو بھی سوار کرلو اور ان پر کم لوگ ہی ایمان لائے تھے (۴۰) اور نوح (علیہ السلام) نے کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بیشک میرا رب بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے (۴۱) اور وہ کشتی انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے جا رہی تھی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ اُن سے الگ تھا اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کفار کے ساتھ نہ ہو (۴۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں نوح علیہ السلام کوکشتی بناتے دیکھ کرمذاق کرنے کا ذکر تھا کہ یہ کشتی چلے گی کہاں نہ یہاں کوئی دریا ہے نہ دجلہ، پانی دور دور تک دکھائی نہیں دیتا اُن کے مذاق کا عملی طور پر جواب دیا جارہا ہے نوح علیہ السلام کشتی تیار کرنے میں مصروف تھے کہ تنور سے پانی اُبلا، تنور کی تشریح میں کئی قول ہیں مگر صحیح ترین صورت یہی ہے کہ روٹیوں والا تنور تھا روٹیاں پک رہی تھیں کہ آگ بجھنے کی آواز آئی۔لوگ حیران ہو گئے آگ بجھتے ہی تیزی سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔لوگوں نے دیکھا ہانڈی کی طرح پانی تنور میں اُبل رہا ہے خبر مشہور ہو گئی ہم نے نوح کو حکم دیا کہ کشتی میں ایمان والوں کو سوار کرلو اور حیوانوں کا جوڑا جوڑا بھی سوار کرلو چنانچہ جانوروں پرندوں سے جوڑا جوڑا دوڑتا ہوا آ گیا،نوح علیہ السلام جلدی سے جانوروں کو پکڑتے کشتی میں سوار کردیتے ،دائیں ہاتھ میں نَر اور بائیں ہاتھ میں مادہ آتا ،عرض کی یااللہ ان کی خوراک کا کیا ہوگا؟ حکم ملا جب تک کشتی میں رہیں گے خوراک کی ضرورت محسوس ہی نہیں کریں گے،نوح! (علیہ السلام) اپنی بیوی بچوں کو بھی سوار کرلو ہاں انہیں سوار نہ کرنا جن کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ دو ہیں ، کنعان بیٹا اور واہلہ بیوی۔نوح علیہ السلام کے اہل ایک بیوی اور تین بیٹے تھے ایک بیٹا سام،جن سے عرب نسل چلی ، دوسرے بیٹے حام جن سے سوڈانی نسل بڑھی اور تیسرے بیٹے یافث جن سے ترکی نسل چلی اور ان کی بیویاں اس وقت تک ان تینوں سے اولاد نہ تھی ، اہل بیت اور نوح علیہ السلام آٹھ افراد تھے باقی مومنین تھے اس وقت نسل انسانی صرف قوم نوح ہی تھی۔

ساڑھے نوسو سال تک دنیا میں رہنے والے نبی صرف نوح علیہ السلام ہی ہیں آپ کے بعد سام کو بھی نبوت ملی بڑے زور سے نوح علیہ السلام نے فرمایا کشتی میں سوار ہو جاؤ،اس کشتی کا چلنا اللہ کے نام سے ہی ہے تمہیں اس کے چلانے کی ضرورت نہیں اسی نام سے ہی اس کا ٹھہرنا ہے۔ایمان والو! تم اسی کا ذکر کرتے رہو عبادت میں مصروف رہو بیشک میرا رب بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے اس کشتی کے چلنے کا وقت اور

ٹھہرنے کا وقت کہ کب ٹھہرے گی؟ اللہ ہی جانتا ہے۔

تفسیر روح البیان نے اس مقام پر ایک بڑھیا کا واقعہ ذکر کیا ہے ایک بوڑھی خاتون نے نوح علیہ السلام سے کہا یہ کشتی کیوں بنارہے ہو؟ تو آپ نے فرمایا طوفان آئے گا تو ایمانداروں کو اس میں بٹھائیں گے بڑھیا نے کہا جی پھر مجھے بھی بٹھا لینا فرمایا تم یہیں ٹھہری رہو جب وقت آئے گا تو میں تجھے بلالوں گا، نوح علیہ السلام کو بڑھیا یاد نہ رہی، وہ مصروف عبادت رہی طوفان آ گیا کشتی چلی پھری اور کنارے لگی۔ جب نوح علیہ السلام بخیریت واپس پہنچے تو وہ بوڑھی ملی اور آپ سے کہا، نوح وہ طوفان کب آئے گا آپ اور آپ کے ساتھیوں نے یہ حیران کن واقعہ دیکھ کر سجدہ شکرادا کیا اور فرمایا مائی طوفان تو آ کر چلا بھی گیا تو وہ حیران ہو کر سجدے میں گر گئی۔

نوح علیہ السلام کے اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے نبی کا خاندان نہ ہو مگر نبی کے تابع ہو تو بچ جاتا ہے نبی کا خاندان ہو اور تابع نہ ہو تو برباد ہو جاتا ہے یہ بھی واضح ہو رہا ہے ظاہری طور پر سامان کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں، نبی کی نگاہ بالآخر رب ذوالجلال پر ہے کشتی مکمل ہے مضبوط ہے مگر " **بسم اللہ مجرھا** " کے الفاظ اللہ پر توکل اور بھروسہ کا درس دے رہے ہیں۔

نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو فرمایا بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کفار سے نہ ہو یہ بیٹا دور کھڑا تھا والد کو ترس آیا اور بلایا آپ نے بلایا اس لئے کہ آپ کو اس کی توبہ کا گمان ہو گیا تھا یا اُسے اسلام کی طرف مائل کرنے کیلئے بلایا یہ انداز تبلیغ کا پیار ہے۔ جو فرمایا جا رہا ہے بیٹے ہمارے ساتھ مل جا بچ جائے گا اس طوفان کی شدت کا ذکر آیہ پاک میں اس طرح فرمایا " **تجری بہ فی موج کالجبال** " ایسا نہیں کہ سیلاب آ گیا اور بستیاں ڈوب گئیں بلکہ شدت کا یہ عالم تھا کہ سخت قسم کی تند و تیز موجیں اُٹھ رہی تھیں یہ دل دہلا دینے والی خوفناک طغیانی تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَ قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

صدق اللہ العظیم

(کنعان نے) کہا میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا (نوح علیہ السلام نے) کہا آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے ان دونوں کے درمیان بڑی لہر آ گئی تو وہ ڈوبتوں میں ہو گیا (۴۳) اور حکم دیا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام مکمل ہو گیا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمادیا گیا ظالم لوگ دور ہوں (۴۴)

تفسیر

جب سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو فرمایا کہ بیٹے ہمارے ساتھ آجاؤ نوح علیہ السلام کا دلکش خطاب بھی بیٹے کنعان پر اثر انداز نہ ہوا اور کہا میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جس کے باعث میں عذاب سے بچ جاؤں گا اور غرق نہیں ہوگا اسی باعث مجھے ایمان لانے ، کشتی میں سوار ہونے کی ضرورت نہیں۔ جناب نوح علیہ السلام نے فرمایا آج کوئی بھی اللہ کے مقابل کسی کو نہیں بچا سکتا۔ کنعان نہ کوئی تیرے پاس آ کر تجھے بچا سکتا ہے نہ تو کسی کے پاس جا کر بچ سکتا ہے۔ چاہئے تھا کہ کنعان عذاب سمجھتا اور بارگاہ قدس میں جھک جاتا۔

’’ الا من رحم ‘‘ آج بچ جائے گا وہی جس پر اللہ رحم فرمائے گا، وہ رحم کیا ہوا ہو یا وہ بچے گا جس پر رحم کرنے والا ہو یہ معنی بھی کیا گیا ہے جس پر رحمت ہو کہ وہ ایمان لے آیا ہو، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کیلئے رب قدوس کے کرم فضل اور رحمت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ کنعان راہ راست پر آ جائے آپ

چاہتے تھے کہ کنعان رحمت کی طرف دامن پھیلائے اور اللہ اس کی جھولی کو بھر دے اور وہ عذاب سے بچ جائے مگر کنعان مائل نہ ہوا کنعان سے فرمایا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچ نہیں سکے گا یہ خطاب کنعان کو ہے کشتی میں جو سوار ہو گئے تھے انہیں اس لئے نہیں کہ وہ دامن رحمت میں آ گئے ہیں اور کنعان نبی کے دامن رحمت سے دور ہو گیا ہے۔

نوح علیہ السلام کا محبت بھرا کلام، مشفقانہ انداز جاری تھا کہ کشتی ہچکولے کھاتی اُٹھ رہی تھی کنعان مشفق باپ کے قدموں میں لگ جاتا اور کشتی پر سوار ہو جاتا تو نجات پا جاتا مگر بدقسمتی کہ کنعان وقت ضائع کر بیٹھا اور دونوں باپ بیٹا کے درمیان ایک بڑی لہر آئی جس نے سلسلہ منقطع کر دیا اس لہر نے دُور دُور تک میدان صاف کر دیا۔ ظلم و کفر انجام کو پہنچ گیا، اس چالیس روز کے طوفان کے بعد حکم دیا گیا اے زمین! اپنے پانی کو چوس لے اور بادل کو حکم ہوا، تھم جا مسلسل چالیس دن تک بارش رہی پانی پہاڑوں سے اونچا ہو گیا چالیس دن بعد پانی کی چڑھائی بند ہو گئی پانچ مہینے تک کشتی طواف کرتی رہی۔ روح البیان میں ہے کہ کعبہ شریف کو اوپر اٹھا لیا گیا تھا، یہ طوفان آیا تو ساری روئے زمین پر مگر عذاب صرف قوم نوح کیلئے تھا۔ تفسیر جمل کے مطابق اس وقت انسانی آبادی ۲۵ لاکھ کے برابر تھی۔ کشتی دس محرم کو جمعہ کے دن عین نماز کے وقت جودی پہاڑ پر رُکی آپ پھر چار ماہ تک جودی پہاڑ پر ٹھہرے، پھر اپنے علاقہ میں تشریف لا کر ساٹھ سال آباد رہے، جودی پہاڑ نوح علیہ السلام کے علاقہ موصل کے شمال میں جزیرہ ابن عمر کے قریب آرمینہ کی سرحد پر ہے کشتی رُکی تو نوح علیہ السلام نے شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا اور سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور نوح نے رب کو پکارا سو کہا بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ برحق ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے (۴۵) فرمایا (اللہ نے) اے نوح وہ تیرے اہل سے نہیں ہے بیشک اس کے کام اچھے نہیں تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں تا کہ تو نادانوں سے نہ ہو جائے (۴۶) (نوح علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب بیشک میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اُٹھانے والوں سے ہو جاؤں گا (۴۷)

تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب قدوس سے عرض کی میرے اللہ! میرا بیٹا کنعان میری نسل سے ہے اور تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے اہل کو بچایا جائے گا اور یہ میرے اہل میں ہے، تیرا وعدہ برحق ہے جس کا خلاف نہیں ہوسکتا اور تیری ذات پاک عادلوں کی عادل ہے۔ یہ طوفان تیس ہزار فٹ بلند رہا تمام کافر ہلاک ہو گئے۔ روح البیان نے ایک طویل ترین کافر کا ذکر کیا ہے جس کا نام ''عوج بن عنق'' تھا یا ''موج بن عنق'' بعض نے کہا کہ وہ اپنے لمبا قد ہونے کے باعث عذاب سے بچا رہا مگر ایسا ہے نہیں اس کے بچ نکلنے کا سبب

نوح علیہ السلام کی خدمت ہے جو اس نے کشتی بنانے کے موقع پر دور دراز علاقوں سے لکڑیاں لاتا رہا یہ نبی کی خدمت کا صلہ تھا کہ بچ نکلا جیسے آل فرعون کے ایک کافر کو غرق نیل سے بچالیا گیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی ٹوپی سے پیار کرتا تھا اور اس طرح کہ ٹوپی پہنا کرتا تھا۔موج بن عنق نبی کی خدمت کے سبب بچ گیا کنعان بیٹا ہونے کے باوجود نبی کی مخالفت کے باعث ہلاک ہوگیا۔نوح علیہ السلام کو جواب دیا گیا نوح! کنعان تیرا بیٹا تو ہے مگر تمہارا اہل نہیں، اے نوح! مجھ سے ایسے سوال نہ پوچھو جن ربانی حکمتوں اور رازوں کو تم جان نہیں سکتے بے شک میں نصیحت کے ذریعے منع کرتا ہوں کہ تو نادانوں سے ہو۔اہل اس لئے نہ تھا کہ اعمال اچھے نہ تھے آپ کی بارگاہ کے لائق نہ تھا یہ اللہ کے راز ہیں اس کی قدرت ہے جنتی سے جہنمی کو نکالے اور جہنمی سے جنتی کو نکالے وہ جیسے چاہے کر دیتا ہے۔آدم علیہ السلام سے قابیل کو نکالا، نوح علیہ السلام سے کنعان کو نکالا، ابو جہل کی پشت سے عکرمہ کو نکالا، نوح علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! میں تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں کہ میں ایسے سوال کروں جو میرے مطلب سے دور ہوں اگر تو مجھ پر رحمت نہ کرے اور میری تبلیغ کو قبول نہ کرے تو میں بہت نقصان والوں سے ہو جاؤں۔یہ ہے انبیاء علیہم السلام کی شان، بارگاہ قدس میں عجز ہی عجز ہے قربان جائیں بارگاہ قدس کے نبی پر سوال کے اور نبی کی طرف سے عجز و انکساری سے بھرے جواب کے۔

نوح علیہ السلام کا کنعان کے بارہ میں فرمانا وہ میرے اہل سے ہے بارگاہ قدس کی طرف سے جواب ملنا وہ تیرے اہل سے نہیں اس سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے مومن اور کافر کے درمیان اگر چہ رشتہ قرابت کا ہو مگر دینی اور اجتماعی معاملات میں اس رشتہ داری کا کوئی اثر نہیں ہوگا کوئی شخص کتنا ہی عالی نسب ہو اگر وہ مومن نہیں ہے تو دینی معاملات میں اس کی قرابت عالی نسبی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا جو صالح اور متقی ہے وہ اپنا ہے جو ایسا نہیں وہ بیگانہ ہے اگر دینی معاملات میں بھی رشتہ داروں کی رعایت ہوتی تو بدر و اُحد کے میدانوں میں بھائی پر بھائی کی تلوار نہ چلتی۔اس صورت حال نے واضح کر دیا کہ اسلامی قومیت اور برادری نسبی تعلقات پر دائر نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل پر دائر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾

صدق اللہ العظیم

حکم دیا گیا اے نوح! کشتی سے اُتر جاؤ سلامتی کے ساتھ اور اُن برکتوں کے ساتھ جو تم پر ہیں اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جنہیں ہم (کچھ) فائدہ پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا (۴۸) یہ واقعات غیب کی خبروں سے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں جن کو آپ اس سے پہلے نہ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم جانتی تھی صبر کیجئے بیشک اچھا انجام متقین کیلئے ہے (۴۹)

تفسیر

کشتی جب جودی پہاڑ پر ٹھہری تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا جبریل امین، یا ملائکہ جو خدمت پر مقرر تھے قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پچھلی آیات مقدسہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور نوح علیہ السلام کے عجز وانکساری سے جوابات کا ذکر ملتا ہے حکم دیا گیا امن، آرام، سلامتی اور برکات کے ساتھ اُترو جو آپ کے ساتھ ہیں اور ان جماعتوں پر ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں جونہی کشتی جودی پر ٹھہری آپ نے تمام جانوروں کو آزاد فرما دیا مگر خود وہیں قیام رکھا۔ آپ اس انتظار میں تھے جب کشتی پر سوار ہوئے ہیں تو اس کے حکم سے ہوئے اور اب جب اُتریں تو اُسی کے حکم سے اُتریں آپ کئی ماہ بعد جودی سے اُترے کہ نیچے پانی ہی پانی تھا حکم ہوا خود اُترو اور مسلمانوں کو اُتارو، دنیا کے کام کاج میں مصروف ہو جاؤ، نوح اب سلامتی ہی سلامتی ہے حکمرانی تمہاری ہوگی اے نوح! تجھے اور تیرے ساتھیوں کو مبارک ہو اب برکتیں ہی برکتیں

ہوں گی رزق میں برکت، کاروبار میں برکت پچھلی پریشانیاں ختم ہوں گی کہ انہوں نے ہمارے نام پر صبر کیا تو یہ انعام پایا۔ ہاں کچھ لوگ بعد میں بُری صحبتوں میں رہ کر گمراہ ہو جائیں گے تو ان کو بھی کچھ آرام دیں گے پھر انہیں دنیا میں یا آخرت میں ہمارا عذاب پہنچے گا۔ نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹے جو کشتی پر ساتھ تھے انہیں دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے کا حکم دیا گیا ان تینوں بیٹوں سے ہی دنیا کی آبادی ہوئی کشتی سے اُترے آپ نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ روزہ رکھا، اُترتے ہی ایک بستی تعمیر کی جس کا نام ''قریۃ الثمانین'' رکھا تین ماہ تک اس بستی میں قیام رہا اس کے بعد پہلا قیام موصل میں ہوا۔

آیہ مبارکہ میں برکات کا لفظ ہے جس کا واحد برکت ہے ہر غیر محسوس زیادتی کو برکت کہا جاتا ہے کشتی پر سوار ہونے والوں کے ذہنوں میں خیال آسکتا تھا کہ مکان ہیں نہیں، ٹھہریں گے کہاں تو نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا اے نوح! انہیں اُتار دے پھر دیکھو ہماری رحمات و برکات اور سلامتی کا ظہور کس طرح ہوتا ہے رزق کیسے ملتا ہے، حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! نوح علیہ السلام کا واقعہ یہ سچی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں ہمارے بتانے سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی اُمت۔ وحی خفی سے تو حضور نے جانا جب وحی جلی آئی یعنی قرآن مقدس کی یہ فصیح آیات تو ساری اُمت نے جان لیا۔

محبوب کریم آپ کفار کی سازشوں پر صبر کیجئے جیسے نوح علیہ السلام نے ایک دراز عرصہ تک کیا یہ صبر ہی تقویٰ ہے اور اچھا انجام ہے نوح علیہ السلام کے واقعہ کو محض تاریخ کے طور پر نہیں بیان کیا گیا بلکہ اس واقعہ سے نوح علیہ السلام کی استقامت کو واضح کیا گیا ہے کہ آپ نے کفار و مشرکین کی بے شمار دل آزاریوں کے مقابلہ میں صبر سے کام لیا محبوب آپ بھی کفار و مشرکین کی سرکشی تکبر و غرور کے جواب میں صبر کو آگے لائیں ان کا غرور خاک میں مل جائے گا اور کامیاب آپ کے قدم چومے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ
إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ يَٰقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي
فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيَٰقَوْمِ
اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ
السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً
إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾
قَالُوا يَٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا
نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا
نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾

صدق الله العظیم

اور عاد کی طرف اُن کے ہم قوم ہود (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم صرف اِفتراء پرداز ہو (۵۰) (ہود نے کہا) اے میری قوم میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا میری مزدوری تو اُس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تمہیں عقل نہیں (۵۱) اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو (۵۲) وہ بولے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آیا اور ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑیں گے نہیں نہ تم پر ایمان لائیں گے (۵۳)

تفسیر

نوح علیہ السلام کے اپنی قوم سے ارشادات اور آپ کی قوم کی سرکشی، متکبرانہ روش ذکر کرنے کے بعد سیدنا ہود علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ نے اپنی قوم عاد کو فرمایا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے بغیر کوئی معبود نہیں تم تو صرف افتراُ پرداز ہو۔ ہود علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس میں سورۃ الاعراف، ہود، الشعراء میں سات مرتبہ آیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت ہود علیہ السلام عربی بولنے والے

پہلے شخص ہیں قوم عاد کی رہائش احقاف کے علاقے میں تھی جو حضرت موت کے شمال میں واقع ہے یہ قوم ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر بتوں کی پجاری تھی۔ یہ قوم عربی النسل تھی۔قوم کے دادا کا نام عاد تھا اس سے نام چلا حضرت ہود علیہ السلام کو چالیس سال بعد تبلیغ کی اجازت ملی آپ نے اپنی بت پرست قوم سے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کے بغیر کوئی معبود نہیں جو کچھ تم بت پرستی کر رہے ہو یہ محض خود ساختہ چیزیں ہیں حیرت ہے جن بتوں کو تم نے ہاتھ سے بنایا انہیں کہتے ہو یہ ہمارے خالق ہیں یہ حماقت ہے افتراء ہے۔

ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا میری قوم میں اس تبلیغ رسالت پر توحید کا درس دینے پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مجھے تمہاری دولت کی پرواہ نہیں کہ میری اس محنت کا صلہ اور اجر اس ذات بابرکات پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور کمالات سے نوازا ہے۔ میں تمہیں سیدھی سادھی بات سنا رہا ہوں جو عقل میں آجائے، تم عقل استعمال ہی نہیں کرتے، میں کسی شعبدہ سے تمہیں بات نہیں منواتا سوچو غور کرو تو تمہیں میری سچائی معلوم ہو جائے گی تمہیں ایمان لانے کا طریقہ بتاتا ہوں پہلے استغفار کرو معافی مانگو اور کفر و شرک سے توبہ کرو پھر اس مالک کی طرف جھک جاؤ، رجوع کرو بتوں کی عبادت چھوڑ دو پھر دیکھنا کہ اس ایمان کی برکت سے تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش ہوگی، کھیتیاں باغات ہرے بھرے اور سرسبز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری قوت میں اور زیادہ قوت بخش دے گا۔

آیہ مبارکہ میں بارش کا ذکر ہے، دریاؤں اور نہروں کا نہیں کہ بارش سے پانی آسانی سے ملتا ہے نہروں، دریاؤں سے پانی لینے میں مشقت ہوتی ہے پھر نہری، دریائی پانی میں حرام اور ظلم کا بھی اندیشہ ہے بارش میں کوئی ایسی بات نہیں، دریاؤں، نہروں کا پانی بھی اللہ کا ہی ہے مگر اس پر حکومتوں کا عمل دخل ہے بارش کے پانی پر نہیں پھر دریا نہر کا پانی صرف میدانی علاقوں میں پہنچتا ہے مگر بارش کا پانی ہر جگہ بلند ہو یا پستی پہنچ جاتا ہے۔ نہر دریا کا پانی زبردستی بھی لیا جاسکتا ہے مگر بارش میں کوئی ایسی صورت نہیں۔

ہود علیہ السلام کی تبلیغ سے واضح ہو رہا ہے دُکھ، رنج، غم، بارش کی کمی، بیماری ایسی مشکلات میں

استغفار کا وظیفہ کامیاب ہے ایک اور مقام پر قرآن مقدس نے فرمایا "استغفرو ربکم یرسل علیکم مدرار و یمددکم باموال و بنین "رب سے معافی مانگو وہ بارش بھی دے گا مال بھی دے گا اولاد بھی دے گا۔ ہود علیہ السلام کے حسین ارشادات کے بعد چاہئے تھا قوم ایمان لاتی مگر سرکشی کا یہ عالم ہے قوم نے کہا ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل (معجزہ) تو لایا نہیں کیا تیرے کہنے پر ہم اپنے بتوں کی پرستش چھوڑ دیں نہ تیرے پاس کوئی معجزہ ہے نہ کوئی دلیل ہے، ہم تجھ پر ایمان کیسے لے آئیں، ہمارے بتوں پر ہمارا یقین ہے وہ ہمارے معبود ہیں تیری بات کیسے مان لیں۔ ہود علیہ السلام کی دشمنی، انکار کی پاداش میں قوم پر عذاب نازل ہوا۔ قوم عاد پر ہوا کا طوفان مسلط ہوا، سورۂ مومنون میں ہے اس قوم پر سخت آواز آئی جس سے ہلاک ہوگئی، ہوسکتا ہے قوم ہود پر یہ دونوں قسم کے عذاب نازل ہوئے ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِن دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

صدق اللہ العظیم

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تجھے مجنون بنا دیا ہے ہود (علیہ السلام) نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا میں ان (معبودوں) سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو (۵۴) اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر تم مجھ کو بالکل مہلت نہ دو (۵۵) بیشک میں نے اللہ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے ہر جاندار کو اسی نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ملتا ہے (۵۶) اگر تم پیٹھ پھیرو

(تو کوئی بات نہیں) میں تم کو وہ پیغام پہنچا چکا
ہوں جو مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا تھا
اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم لا کر آباد کر
دے گا اور تم اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بے
شک میرا رب ہر شیٔ کا نگہبان ہے(۵۷)

تفسیر

ہود علیہ السلام کے خطاب کا ایک حصہ پہلی آیات میں ذکر فرما دیا قوم نے اس خطاب پر تنقید کی اور کہا ہود! تجھے ہمارے کسی خدا نے سزا دی ہے جو تو انہیں بُرا کہتا ہے۔ ہمارے بتوں کے خلاف بہکی بہکی باتیں کرتا ہے تم جس علاقہ میں امن سے رہتے تھے اب اس علاقہ میں تمہارے دشمن پیدا ہو گئے ہیں ہم تیری باتوں پر اپنا دین کس طرح چھوڑ دیں قوم نے ہود علیہ السلام سے کہا تیرے پاس کوئی معجزہ تو ہے نہیں ہم ایمان کیسے لائیں یہ بھی کہا تیری یہ حالت اس لئے ہے کہ ہمارے کسی بت نے تجھے سزا دی ہے۔ کفار کی ان باتوں کا جواب ہود علیہ السلام نے یہ دیا اگر تم میری باتوں کو نہیں مانتے تو مجھے کوئی غم نہیں کہ میری گواہی دینے والا اللہ ہے کہ میں سچا ہوں تمہارے کہنے کے مطابق میں اُن سے دور ہوں اس لئے مشکل میں ہوں تم تو اُن کے پرستار ہو، نام لیوا ہو ان کے ہاں جھکے رہتے ہو قدموں میں پڑے رہتے ہو، وہ تمہاری مشکل کشائی کیوں نہیں کرتے؟ تم دن بہ دن ان نحوستوں میں پھنسے جا رہے ہو بارش ہوتی نہیں میں تو تمہارے بتوں سے بیزار ہوں اور گواہ ہو جاؤ بیزار رہوں گا، میں تو اپنے سچے خدا کا عابد ہوں۔

آپ نے فرمایا میرا گواہ اللہ ہے تم بھی گواہ ہو جاؤ، میں تمہاری باتوں سے خوف زدہ نہیں پھر بھی تمہارے بتوں کو جھوٹا کہتا رہوں گا تم جو چاہو میرے ساتھ مکاری کر لو اور بالکل مجھے بچنے کی مہلت بھی نہ دو تم کہتے ہو مجھے تمہارے کسی ایک بت نے مار دی ہے میں تمہارے سارے بتوں کو جھوٹا کہتا ہوں، تمہاری

سازشیں، مکاریاں میرا کچھ نہ بگاڑسکیں گی کہ میں نے اپنے رب پر توکل کیا ہے جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے، وہ میری ہر مصیبت کو دُور کرتا ہے میری حفاظت کرتا ہے۔ مجھ پر کسی کا مکر چلنے نہیں دیتا۔

تمام جانور حیوانات اسی کے قبضہ میں ہیں زمین پر چلنے والا کوئی جانور اس کے قبضہ سے باہر نہیں، پیشانی کے بال پکڑنے سے پوری قوت پورا غلبہ مراد ہے، کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر جانور کی پیشانی اس کے قبضہ میں ہے، پیشانی کے پکڑنے سے پورا جسم قابو میں آجاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے پورے غلبہ سے پکڑ رکھا ہے فرمایا تمہارے بت تو محض مٹی کا ڈھیر ہیں کسی پر کسی طرح کی قدرت نہیں پھر میں ان مجبور اور مٹی کے ڈھیروں کو کیسے مان لوں؟ قدرت کمال تو میرے خدا کیلئے ہے، میں اس رب کا اقرار کرتا ہوں تم انکار کرتے ہو تمہاری مکاری فریب بازی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

ہود فرماتے ہیں میری واضح کھلی تقریر نصیحت کے بعد بھی اگر تم پھرے رہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں میں نے تمہیں وہ ہر شے پہنچادی جسے دے کر میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اب تمہارا حال یہی رہا تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بھیج دے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ ایسا نہیں کہ تم نہ ہوئے تو یہ باغ اُجڑ جائے گا اللہ اس پر قادر ہے تم سے بہتر قوم لائے جو اس باغ کو حسین بنائے علم وحکمت سے بھر دے لوگ آتے رہیں گے دنیا آباد رہے گی، حق وصداقت کا چراغ جلتا رہے گا۔ میرا اللہ ہر شئی کا نگہبان ہے پوری سرکش متکبر اکھڑ قوم کے سامنے اس قدر ہمت وقوت سے پیغام پہنچانا اور پھر قوم کا مقابلہ نہ کرسکنا، یہ ایک مستقل معجزہ تھا یہ عمل ہود علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا کاش وہ اس پر غور کرتے۔ یہی سرکشی قوم کو لے ڈوبی اور عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ
عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا
اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ
اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ
قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع

صدق اللہ العظیم

اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود اوراس کے ساتھ ایمان لانے والوں پر اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی (۵۸) اور یہی عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے انکار کیا اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور انہوں نے ہر بڑے سرکش کی اتباع کی (۵۹) اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی اور قیامت کے دن بھی، آگاہ ہو جاؤ بیشک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے، آگاہ ہوں قوم ہود عاد کیلئے بربادی ہے (یا رحمت سے دوری) (۶۰)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں سیدنا ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم کا مکالمہ تھا آپ ہدایات دیتے وہ سرکشی کرتے، مذاق کرتے۔ اس آیہ مقدسہ میں اس مکالمہ کے انجام کا ذکر ہے فرمایا جب اچانک ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ہود کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور یہ بچانا ہماری رحمت کے باعث تھا جو ہماری طرف سے بلا معاوضہ تھی ہم نے سخت عذاب سے بچایا۔

پچھلی آیہ کریمہ میں توکل علی اللہ کا ذکر تھا آپ نے قوم سے فرمایا میرا توکل اللہ پر ہے، حقیقی توکل اُسی ذات پر ہی ہوسکتا ہے جو توکل کرنے والے کی ہر حالت کو بہتر جانتا ہو اور اس کی حفاظت کرسکتا ہو وہ رب ذوالجلال ہی ہے جس پر توکل کر لینے کے بعد توکل کرنے والے کو کسی قسم کی محتاجی نہ رہے۔ ارشاد ہوتا ہے ہم نے مجرموں پر عذاب بھیجا کہ اس کے حقدار تھے اور یہ عذاب ہمارے عدل کا مظہر تھا، جب ہم نے

بغیر اطلاع کے عذاب بھیجا تو ہمارے اس قہر کے سامنے کوئی بول نہ سکا اور چونکہ ہم رحیم ہیں اس لئے ایمان والوں کو اپنی رحمت سے بچا بھی لیا، اُن کا بچنا ان کے ایمان کے سبب بھی ہو سکتا ہے اور ہماری رحمت کے باعث بھی۔ کہ ہم جسے چاہیں بچالیں جسے چاہیں سزا دیں۔ ان کا ایمان رحمت کا سبب ہو سکتا اور رحمت بچنے کا سبب ہو سکتا ہے۔

یہ عذاب کا امر کس طرح آیا، یا تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ عذاب لے جاؤ یا عذاب کو ہی حکم دیا گیا کہ نازل ہو جا تو سخت طوفانی آندھی چلی جس سے درخت اکھڑ گئے گھر برباد ہو گئے کفار کو اٹھا اٹھا کر ادھر اُدھر پھینکا مگر اس سخت عذاب سے ہم نے اپنے پیاروں کو بچالیا۔ ان بچنے والوں کی تعداد ۴۳ ہزار کے لگ بھگ تھی وہی ہوا جو کفار کیلئے عذاب تھی اور ایمانداروں کیلئے رحمت بنی۔ ان کے گھر بھی محفوظ رہے کھیتیاں بھی برباد نہ ہوئیں، یہ عذاب آٹھ دن سات راتیں مسلسل رہا یہ ہوا کبھی شدید گرم ہوتی کبھی شدید سرد ہو جاتی یہ دونوں صورتیں عذاب کی تھیں۔

قدرت کا عظیم کرشمہ ہے وہی ہوا پچیس ہزار کفار کیلئے عذاب ہے وہی ہوا چار ہزار ایمانداروں کیلئے رحمت ہے یہ ایماندار عذاب سے محفوظ رہے رحمت کاملہ نے ان کی حفاظت کی اس عذاب کی سختی تو کفار سے پوچھی جائے کہ وہ کس طرح عذاب میں مبتلا رہے، بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ عذاب غلیظ سے مراد قبر یا نزع یا حشر کا عذاب مراد ہے۔ یہ بھی کہہ دیا جائے تو درست ہے کہ عذاب دنیا بھی ہے، عذاب قبر بھی ہے، نزع بھی ہے، حشر بھی ہے کفار کو ان تمام عذابوں میں مبتلا کیا، ایمان والوں کو ان سب سے بچالیا کفار مکہ سے فرمایا گیا تم نے قوم عاد کا عذاب سن لیا اور یہ قوم بڑی متکبر سرکش شہ زور تھی جو برباد ہو گئی۔

اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اس قوم نے آیتوں کا انکار کیا انبیاء کو جھٹلایا جس کے بدلہ میں دنیا میں بھی ان پر لعنت مسلط ہوئی عذاب آیا اور اللہ کی برکات و رحمات سے محروم ہو گئے، قحط سالی میں مبتلا ہوئے بس یہی نہیں کہ دنیا کا عذاب آیا قبر حشر میں بھی رُسوا ہوں گے مکہ والو! ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَ
كُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ
اِنَّ رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ
قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ
اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ
مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو (بھیجا) (صالح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم اللہ کی پرستش کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں بسایا اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب قریب ہے اور التجائیں قبول کرنے والا ہے (۶۱) انہوں نے کہا اے صالح اس سے پہلے تو تم ہم میں سے تھے جن سے اُمیدیں وابستہ تھیں کیا تم روکتے ہو اس سے کہ ہم عبادت کریں ان بتوں کی جن کی عبادت ہمارے ماں باپ ادا کرتے تھے اور بے شک ہم اس بارے شک میں مبتلا ہو گئے جس طرف تو ہمیں بلاتا ہے (۶۲)

تفسیر

سیدنا ہود علیہ السلام کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ آیا اور اب ان آیات میں صالح علیہ السلام کا وعظ و تبلیغ اور حق گوئی کا ذکر فرمایا جارہا ہے، صالح علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس میں سورۃ الاعراف، ہود، الشعراء، النمل میں ۹ مرتبہ آیا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا رہائشی علاقہ حجاز اور شام کے درمیان حجر کا علاقہ ہے جسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے قوم ثمود کے مکانات کے نشانات اس علاقہ میں کھدے ہوئے دکھائی دیتے ہیں قوم ثمود

کی طرف صالح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے ان کا مشہور معجزہ وہ اونٹنی تھی جوان کے سامنے پتھر سے نکلی تھی۔

حضرت ہود کی وفات کے بعد قوم ثمود کی طرف ہم نے صالح کو بھیجا، حضرت صالح علیہ السلام کی عمر دوسو اسی سال (۲۸۰) سال ہوئی آپ نے بھی چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا کام شروع کیا اس کام کا آغاز اس طرح ہوا قوم کسی تقریب میں جمع تھی تو آپ کو اجازت ملی وہاں جا کر تبلیغ فرماؤ، آپ نے فرمایا اے میری قوم شرک نہ کرو، صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے باپ آدم کو مٹی سے بنایا یا اس طرح ہمیں مٹی سے بنایا کہ کھیتی سے غذا، غذا سے خون، خون سے نطفہ اور نطفے سے تم انسان اور پھر تمہیں اپنی زمین میں بسایا تمہیں صحت مند عمریں دیں کہ تم فائدہ اٹھاؤ۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ ہر فرد کی عمر تین سو سال تھی قوم نے اپنی قوت سے کثیر باغات مکانات بنائے صالح علیہ السلام نے فرمایا اے قوم تم سب کچھ بنا رہے ہو میں چاہتا ہوں اس سامان کو استعمال بھی تم کرو اللہ کے حضور جھک جاؤ، بتوں کو چھوڑ و معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو، میرا رب قریب ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے قبول فرماتا ہے میرے رب کی طرف سے رُسوائی و ذلت نہیں ہوگی۔ وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اس کے دربار سے کوئی حاجت مند مظلوم مایوس نہیں ہوتا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کی مدلل پُر مغز محبت بھری تقریر سے یہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے مگر بدنصیبی تھی کہ صالح علیہ السلام پر تنقید کی اور کہا صالح تم تو ہم سے اچھے باکردار لائق سمجھے جاتے تھے تم سے تو بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں، تمہاری ہر ادا بھلی تھی عبادت و ریاضت میں بہت آگے تھے ہم تو تجھے سردار بنانے کی سوچ رہے تھے ہمارا تو خیال تھا کہ تم باپ دادا کے دین کو فروغ دو گے ہمارا تو خیال یہ بھی تھا کہ یہ باتیں جو آپ کر رہے ہیں عارضی ہیں خوش طبعی ہیں مگر آپ کی پختگی نے ہماری خواہشات پر پانی پھیر دیا ہے۔

صالح تم تو یہاں تک جرأت دکھا رہے ہو کہ ہمیں بت پرستی سے روک رہے ہو صالح آپ ہمیں پیارے تھے مگر اب ہمیں آپ کا دشمن ہونا پڑے گا قوم کی سوچ سے یہ چیز باہر تھی کہ صالح ان کے نظریات کی

مخالفت کرے گا ان کے دین پر کلہاڑا چلائے گا ان کا شیرازہ بکھیر دے گا آپ کی صدائے حق نے اُن کے دل ہلا کر رکھ دئے ان کے باطل نظریات کے مکانات، دھڑام کر کے گرادئے وہ سکون جو سالہا سال سے ان کے دلوں میں خیمہ زن تھا اس کے لُٹ جانے پر شکایت کر رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى
بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً
فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ
فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝٦٣ وَيٰقَوْمِ
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ
فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝٦٤ فَعَقَرُوْهَا
فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ
ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝٦٥

صدق اللہ العظیم

صالح (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت بخشی ہو تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے نقصان کے علاوہ کچھ نہ بڑھاؤ گے (٦٣) اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے نشانی ہے اسے اللہ کی زمین میں چھوڑ دو کھائے پھرے اور اسے برائی سے مَس نہ کرنا کہ تمہیں نزدیک سے عذاب پہنچے گا (٦٤) تو انہوں نے اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا اپنے گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھالو یہ وعدہ جھوٹا نہ ہوگا (٦٥)

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے بیانات پر شک کا اظہار کیا تھا" انـنـا لفی شک " بیشک ہم شک میں ہیں جس کی طرف تو بلا رہا ہے۔اس آیہ مبارکہ میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ غور کریں عقل سلیم سے سوچیں اگر میں واقع ہی نبی ہوں پھر تم نہ مانو یا میں تبلیغ نہ کروں تو کیا بنے گا اے میری قوم تم یہ ماننے کو تیار نہیں ہو کہ میں نبی ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھ تمہاری طرف بھیجا ہے اور میرا دین سچا ہے۔ذرا غور کرو مجھے بتاؤ اگر میں تمہاری وجہ سے تمہارے روکنے سے حق بات کہنے سے رُک جاؤں تو بتاؤ مجھے اللہ کے عتاب سے کون بچائے گا،اور میرا مددگار کون ہوگا یا تمہارے ڈرانے،دھمکانے کی وجہ سے میں تبلیغ چھوڑ کر بیٹھ جاؤں اپنے کام کاج میں لگ جاؤں تنہا اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں تو تم ڈوبتوں کو بچائے گا کون میرا کام تمہیں ہدایت دینا ہے گمراہی سے بچانا ہے میرے ذمہ عبادت کرنا بھی ہے کرانا بھی ہے۔نہ معلوم تمہاری عقلیں تمہیں کس سمت لے جا رہی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں تم مجھے نقصان کی طرف ہی لے جاؤ گے۔خدا پناہ میں بھی تمہارے ہی راستہ پر چل نکلوں تو اللہ کے عتاب سے کیسے بچ سکوں گا؟

صالح علیہ السلام کی یہ تبلیغ بہت بڑے میلے رش میں ہوئی تو قوم نے آپ سے معجزہ مانگا آپ نے فرمایا کیا معجزہ چاہتے ہو؟ تو اُن کے سردار جندع بن عمر نے کہا کہ اس چٹان سے موٹی خوبصورت اونٹنی پیدا ہو تب ہم ایمان لے آئیں گے۔صالح علیہ السلام نے نفل ادا کئے اور اس معجزے کی طلب کی اللہ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ظاہر ہوگئی تو آپ نے قوم سے فرمایا یہ اونٹنی ہے اسے زمین میں چلنے پھرنے دو،کھانے دو،اسے برائی سے مس نہ کرنا ورنہ تمہیں اللہ کا عذاب پکڑ لے گا۔

اونٹنی کو اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا جس سے اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام اونٹنیوں سے انوکھی ہے اس کا حمل بغیر باپ کے ہے یہ بھی فرمایا گیا کہ اونٹنی تمہارے لئے ہے آپ کو معجزہ دکھانے کا وعدہ پورا ہو گیا ہے تم بھی ایمان لے آؤ یہ اونٹنی خود ہی درختوں کے پتے کھائے گی،تمہیں اس کے باندھنے چھوڑنے کی

تکلیف نہیں کرنا پڑے گی اور تمہیں اتنا دودھ دے گی کہ سارے قبیلے سے ختم نہ ہوگا اور یہ قبیلے پندرہ سو افراد تھے یہ اونٹنی خود بخود ہی گھر کے سامنے آجاتی اور گھر والا آکر دودھ نکال لیتا اور اپنا برتن بھر لیتا اس نعمت سے سارا قبیلہ نوازا گیا۔

اس کے باوجود قوم اپنے وعدے سے پھر گئی اور ایمان نہ لائی اور پوری قوم نے اونٹنی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں کبھی کہتے یہ چشمے کا سارا پانی پی جاتی ہے کبھی کہتے یہ کھیت سارا کھا جاتی ہے حالانکہ ایسا تھا نہیں۔ کبھی کہتے اونٹنی کے جسم سے بُو آتی ہے کبھی کہتے اس سے جانور ڈرتے ہیں۔ صالح علیہ السلام نے قوم کو آگاہ کیا اور فرمایا خبردار اِسے بُرے اِرادے سے چھیڑنا نہیں ورنہ عذاب پکڑ لے گا مگر جس قوم نے نبی کو نہیں مانا وہ اونٹنی کی پرواہ کیا کرتی، قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جس سے سارا خون بہہ گیا اور اونٹنی مر گئی اس کا بچہ غائب ہو گیا یہ کونچیں کاٹنے والا یا ذبح کرنے والا قدار بن سالف تھا چونکہ سب کے مشورہ سے یہ کام ہوا اس لئے سبھی شامل ہوئے۔ سبھی قوم نے گوشت کھا لیا تب آپ نے جلال کی حالت میں فرمایا، عذاب کا انتظار کرو اب ان کے رنگ بدل گئے گھبرائے یہ اللہ کے نبی کا فرمان تھا، دوسرے دن رنگ سرخ ہو گئے تیسرے دن وہ سرخی گہری ہوتی ہوئی سیاہی میں بدل گئی آپ نے فرمایا یہ وعدہ ٹلنے والا نہیں نہ تم اس سے بھاگ سکتے ہو نہ تمہیں کوئی اب بچا سکے گا۔ بالآخر عذاب میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ
يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾
وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾
كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟
كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

صدق اللہ العظیم

پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالح اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور اس دن کی رُسوائی سے (بچایا) بیشک تمہارا رب طاقت والا غالب ہے (۶۶) اور ظالموں کو کڑک نے پکڑ لیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے (۶۷) گویا کبھی یہاں بستے ہی نہ تھے آگاہ ہو جاؤ بے شک ثمود اپنے رب کے منکر ہوئے، سن لو بربادی ہو ثمود پر (۶۸)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کی دینی خدمات کا ذکر تھا آپ کے وعظ وارشادات قوم کی اصلاح کیلئے تھے کفار اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے ان آیات میں کفار کی گستاخیوں اور ان کی سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے کفار نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کو ہلاک کر کے سمجھا تھا کہ وہ بہت طاقت ور ہیں۔ اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہے حقیقی طاقت والا وہ اللہ ہی ہے۔ اس اکھڑ قوم پر جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اپنے نبی صالح اور اس کے ماننے والوں کو بچا لیا اور یہ بچانا کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف ہماری رحمت ہی تھی کہ ذلت و رُسوائی سے محفوظ رہ گئے اور یہ عذاب مومنین کو دکھایا بھی نہیں کہ گھبرا نہ جائیں اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں۔

عذاب سے کفار مٹ گئے ایماندار یادِ الٰہی میں ایسے مصروف رہے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا ہم نے اپنے کرم سے ایمانداروں کو رسوائی سے بھی بچایا اگر یہ عذاب چوتھے دن نہ آتا تو مومنین شرمسار ہوتے اور کفار مذاق کرتے چونکہ ہمارے نبی کی زبان سے نکل چکا تھا تین دن بعد عذاب آئے گا ہم نے اپنے نبی کی بات رکھی۔

آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا کہ ہم نے کفار کو ہلاک کیسے کیا کہ ان ظالموں کو ایک شدید کڑک نے پکڑ لیا یہ آسمان کی طرف سے بجلی کی کڑک تھی یا جبریل علیہ السلام کی آواز تھی جو گونج کی طرح ہر طرف سے آئی اور یہ برباد ہوگئے۔ سورۂ اعراف شریف میں اس کڑک کو ''رجفہ'' کے لفظ سے ذکر فرمایا گیا ہے جس کا معنی ہے دھل جانا، یہ کڑک اس قدر سخت تھی کہ زمین بھی دھل گئی۔

تفسیر روح البیان میں ہے کفار عذاب سے ڈر کے مارے تین دن تک گھروں سے نہ نکلے اور عذاب سے بچنے کیلئے گڑھے کھود لئے کہ بچ جائیں گے یا چھپ جائیں گے گویا قدرت نے اُن کے ہاتھوں سے ہی ان کی قبریں کھدوالیں کہ مسلمان کہاں دفن کرتے پھریں گے۔ دفن نہ ہوں گے تو بدبو پھیلے گی چوتھے دن صبح ہوئی تو عذاب نہ آیا تو مذاق کیا اچانک جبریل علیہ السلام اپنی اصلی ہیبت ناک شکل سے ظاہر ہوئے کفار ڈر کر گھروں کو بھاگے، تیار کئے گئے گڑھوں میں چھپے تو ایسی شدید چیخ آئی کہ مر گئے ان مرنے والوں کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پندرہ سو تھے، بعض نے کہا قوم ثمود آٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ عذاب کے بعد یہ سب مردے مٹی میں دفن ہو چکے تھے، چیخ کی سختی سے ایسا زلزلہ بھی آیا کہ سارے مکانات گر گئے اور مردہ لوگ مکانات کی مٹی میں ہی مدفون ہوگئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں قوم ثمود نے کفر کیا رب کو نہ مانا عذاب میں مبتلا ہوگئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ نے خطبہ فرمایا اے لوگو! انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مطالبے ٹھیک نہیں قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا مطالبہ کیا اونٹنی مل گئی پھر قوم نے اُسے ہلاک کر دیا تو خدا کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور ایسے برباد ہوئے کہ نام ونشان ہی مٹ گیا۔ گویا اس جگہ کبھی کوئی رہا ہی نہ تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى
قَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ
جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَأٰٓ أَيْدِيَهُمْ
لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ
قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾
وَامْرَأَتُهُۥ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا
بِإِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾
قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَأَلِدُ وَأَنَا۠ عَجُوزٌ وَّهٰذَا
بَعْلِى شَيْخًا ۖ إِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيبٌ ﴿٧٢﴾
قَالُوٓا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ
اللَّهِ وَبَرَكٰتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُۥ
حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے انہوں نے کہا سلام ابراہیم نے (جواباً) کہا سلام پھر تھوڑی دیر بعد وہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے (۶۹) (کہ ان کی ضیافت کریں) پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں اُن سے اندیشہ کرنے لگے فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے (۷۰) اور آپ کی اہلیہ سارہ کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے سارہ کو اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی (۷۱) سارہ نے کہا ہائے افسوس!
حیرت کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں تو بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں بلا شبہ یہ تو عجیب وغریب بات ہے (۷۲) فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں تم پر گھرانے والو بیشک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے (۷۳)

تفسیر

سیدنا نوح، ہود، صالح علیہم السلام کے حیران کن واقعات کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک حیرت انگیز واقع ارشاد فرمایا جا رہا ہے جو کمالات قدرت کا عجیب مظہر ہے، ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے پیغام والے فرشتے خوبصورت شکلوں میں آئے ان کی تعداد کے سلسلہ میں کئی قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ تین فرشتے، جبریل، میکائیل، اسرافیل تھے۔ تفسیر مظہری میں جبریل کے ساتھ کئی فرشتے تھے یہ فرشتے خوشخبری کے ساتھ آئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی حضرت سارہ تھیں، بوڑھی ہو چکی تھیں، اولاد نہ تھی یہ بشارت حضرت اسحاق اور ان کے بعد حضرت یعقوب کی تھی یا قوم لوط کی تباہی کی خوشخبری تھی یا دونوں چیزوں کی خوشخبری تھی۔

فرشتوں نے کہا اے ابراہیم! تم پر سلامتی ہو، حضرت ابراہیم نے بھی جواباً فرمایا تم پر بھی سلامتی ہو۔ تمام فرشتوں نے سلام کہا ابراہیم علیہ السلام تنہا نے جواب دیا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت مہمانوں کیلئے لایا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ پورا بچھڑا بھنا ہوا پیش کیا گیا کہ مہمان زیادہ تھے جناب خلیل علیہ السلام مہمان نواز بہت تھے، جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں سے کسی کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو خلیل علیہ السلام کو مہمانوں کا یہ انداز اچھا نہ لگا آپ کہ مہمان نوازی بڑی مشہور تھی مہمان کا انتظار فرماتے۔

اتفاق سے کئی دنوں سے کوئی مہمان نہ آیا تھا جوں ہی یہ مہمان آئے تو فوری طور پر کھانا منگوالیا یہ خیال نہ کیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کو پتہ نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں اس طرف آپ کی توجہ نہ ہوئی، توجہ کا نہ ہونا علم نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

تفسیر صاوی میں ہے آپ نے فرمایا معزز مہمانو! کھانا کیوں نہیں کھاتے، جبریل علیہ السلام نے عرض کی ہم بلا قیمت کھانا نہیں کھاتے آپ قیمت بتائیں اور ہم سے وصول کریں پھر کھائیں گے۔ خلیل علیہ

السلام نے فرمایا میرے کھانے کی قیمت یہ ہے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے اختتام پر الحمد للہ۔ جبریل علیہ السلام نے میکائیل سے کہا واقعی یہ خلیل اللہ ہونے کے لائق ہیں پھر انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف سے خوف محسوس کیا اس کے کئی معنی ہیں شاید مہمانوں کو کھانا پسند نہیں یا یہ کہ مہمان ہم سے ناراض ہیں یا نہیں ہم سے کوئی شکایت ہے۔ ''او جس'' کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو اُن مہمانوں کی آمد سے خوشی ہوئی تھی ان کے کھانا نہ کھانے سے پریشانی ہوئی اب فرشتوں نے کہا ابراہیم خوف نہ کریں، (خوف اور خیف کا فرق یہ ہے کہ اگر ڈر کا اثر چہرہ پر ظاہر ہو تو خیف ہے اور اگر دل پر ہو اور ظاہر نہ ہو تو خوف ہے) ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کو عذاب کیلئے بھیجے گئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ قریب کھڑی تھیں، فرشتوں کی باتیں سن رہی تھیں تو وہ ہنس پڑیں یا تو اس بناء پر ہنسیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پہچانا نہیں یا اس لئے ہنسیں کہ حضرت ابراہیم گھبرا کیوں گئے یا اس وقت ہنسیں جب فرشتوں نے بیٹے اور پوتے کی بشارت دی تو خوشخبری سن کر کہا کیا میں بچہ جنوں گی میں تو بوڑھی ہو چکی ہوں اس وقت سارہ کی عمر ۹۹ سال ہو چکی تھی اور میرا خاوند بوڑھا ہو چکا ہے، اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال کی ہو گئی تھی۔

فرشتوں نے سارہ سے کہا اے سارہ! کیا تم اللہ کے فیصلے سے تعجب کر رہی ہو تم تو نبی کے گھر رہتی ہو تم پر اللہ کی بے حد رحمتیں ہیں اور برکتیں ہیں اے نبی کے اہل بیت یہ تعجب تمہیں زیب نہیں دیتا، اللہ بے شک اپنے پیارے بندوں کیلئے حمید ہے چونکہ اپنے بندوں کو بلاعوض رحمتیں دیتا ہے مجید ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

صدق اللہ العظیم

پھر جب ابراہیم کا خوف دور ہو گیا اور ان کے پاس بشارت پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق بحث کرنے لگے (۷۴) بیشک ابراہیم حوصلے والے، آہ وزاری کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے (۷۵) اے ابراہیم! اس بات کو چھوڑو بے شک آپ کے رب کا حکم آچکا اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں (۷۶) اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا آج کا دن بڑا سخت ہے (۷۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر تھا جو بہت اچھا وصف تھا، اس آیہ مبارکہ میں آپ کے ایک دوسرے وصف کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب قوم لوط پر عذاب کا سنا تو بارگاہ قدس میں ان کی سفارش کیلئے عرض کی یہ آپ کے حلیم، بردبار، غمگسار، خیرہ خواہ ہونے کا ذکر ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وہ پریشانی دور ہو گئی جو فرشتوں پر توجہ نہ کرنے سے ہوئی تھی اور اُنہیں خوشخبری بھی مل گئی آپ نے محسوس کر لیا اس وقت دریائے رحمت جوش میں ہے جو چاہوں گا مل جائے گا، خیال آیا کاش قوم لوط کو اور مہلت مل جائے اور وہ سیدھی راہ پر آجائے اگرچہ فیصلہ تو عذاب کا ہو چکا ہے مگر فیصلہ کو ٹالنا اس کے قبضہ قدرت میں ہے اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے وہ اپنے

بندوں کے پیار میں اپنے قوانین بدل دیتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام بڑے عجز و نیاز سے قوم لوط سے عذاب ٹالنے کی درخواست کرنے لگے۔ خدائے قدوس سے یہ جھگڑا پیار و محبت سے ہی تھا، رب سے پیار و محبت سے درخواستوں کے سلسلہ میں واضح ہے مقام ابراہیم اور خلّت ابراہیمی کو واضح کیا جا رہا ہے بحث کی نوعیت یہ بھی تھی آپ نے فرشتوں سے فرمایا اگر قوم لوط میں پچاس مومن ہوں تو بھی عذاب ہوگا؟ فرشتوں نے کہا نہیں، فرمایا چالیس ہوں بیس ہوں تو فرشتوں نے کہا نہیں فرمایا ایک ہو تو فرشتوں نے کہا نہیں، فرمایا ان میں لوط مومن ہیں فرشتوں نے کہا، ان کے بچانے کا وعدہ ہو چکا ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کا پیار ہے محبت ہے کہ دشمن کو بچانے کیلئے بھی درخواستیں کر رہے ہیں کہ آپ حلیم ہیں، آداب میں مہذب ہیں خون کے پیاسے کو بھی مہلت دلانا چاہتے ہیں، یہ آپ کی صفت ہے یادِ الٰہی میں آہیں بھرتے ہیں کسی پریشان کو دیکھ کر خود پریشان ہیں کون کسی کیلئے اس قدر پریشان ہوتا ہے یہ مقام نبوت ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی تین صفات کا ذکر فرمایا گیا ابراہیم گستاخ مجرم کی شفاعت کیلئے کمر بستہ ہیں مگر ہم قہار و جبار بھی ہیں کہ نبی کے گستاخ کو مہلت نہیں دیتے ہم نے ابراہیم سے کہہ دیا یا فرشتوں نے اللہ کے حکم سے کہہ دیا اس قوم کے بچ جانے کا خیال چھوڑ دیجئے، تقدیر مبرم کا فیصلہ ہے، یہ عذاب پائیں گے ابراہیم علیہ السلام کی یہ مشفقانہ صورت حال اپنے بھتیجے لوط کی قوم کو بچانے کیلئے کھل کر سامنے آ گئی مگر قدرت کا یہ اٹل فیصلہ اب بدل نہیں سکے گا۔ اے ابراہیم! یہ کفار اب اس حالت میں ہیں کہ عذاب کا یہ فیصلہ یقیناً واقع ہو کر رہے گا اے ابراہیم! تجھے ان کو دین کی طرف بلانے کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ قوم لوط تین جرموں میں پھنس چکی ہے، سخت کافر ہونا، نبی کی گستاخی، بچوں سے بدمعاشی، غیر مردود فرما کر واضح کر دیا گیا یہ فیصلہ ٹلنے والا نہیں۔

اگلی آیہ کریمہ میں فرشتوں کا لوط علیہ السلام کے پاس آنے کا ذکر فرمایا گیا حضرت لوط شہر سلام میں

رہتے تھے فرشتے جب بستی میں داخل ہوئے تو وہاں کچھ قوم کی بیٹیوں نے انہیں دیکھا اور کہا تم یہاں سے چلے جاؤ قوم تمہیں پکڑ کر غلام بنالے گی، فرشتوں نے کہا یہاں کوئی مہمان نواز نہیں جو ہمیں کچھ دیر ٹھہرائے، لوط علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے گھر کا اشارہ کیا کہ وہاں چلے جاؤ، لوط علیہ السلام نے اجنبی مہمانوں کو دیکھا اور ملائکہ کو پہچان نہ سکے پریشان ہوئے، لوط علیہ السلام پہلے ایسے مہمانوں کو پناہ دے دیتے تھے قوم اس پر جھگڑتی تھی کہ مہمانوں کو ہمارے حوالے کیوں نہیں کرتے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی کفار سے ایسے راز کی بات بتا دیتی تھی۔ لوط علیہ السلام پریشان ہوگئے کہ قوم مہمانوں کی بے عزتی کرے گی بیوی نے کسی طرح قوم کو بتادیا، لوط علیہ السلام صورت حال سے گھبرا گئے اور کہا ''ہذا یوم عصیب'' آج کا دن میرے لئے بہت سخت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ
قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ
يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا
لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ
مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ
اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور اس (لوط) کے پاس قوم دوڑی آئی اور انہیں پہلے ہی سے برے کاموں کی عادت تھی کہا (لوط نے) اے قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں یہ تمہارے لئے پاک ہیں اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رُسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی ایک بندہ نیک کردار کا نہیں (۷۸) (قوم نے کہا) تجھے معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ہماری خواہش کو اچھی طرح جانتے ہو (۷۹) (لوط علیہ السلام نے کہا) کاش مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا کسی مضبوط کی پناہ لیتا (۸۰)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشفقانہ رویہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے قوم لوط کو عذاب سے بچانے کیلئے رب قدوس کے حضور کس طرح درخواست کی مگر فرمایا گیا ابراہیم قوم لوط کو عذاب دینے کا فیصلہ ٹالا نہیں جائے گا۔اس آیہ مبارکہ میں لوط علیہ السلام کے ارشادات کا ذکر ہے کہ آپ نے کئی طریقوں سے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آئی ،لوط علیہ السلام کی ہدایت پر قوم باز نہ آئی اور بھاگتی ہوئی وہ ایک دوسرے کو اُکساتے چلے آئے یا ان کو شہوت دھکیلتی لائی ، یہ خبر ان کو یا تو لوط علیہ السلام کی بیوی نے دی یا کسی اور نے وہ لوگ اس بے غیرتی سے اس لئے آ گئے کہ وہ پہلے زمانوں سے ہی بہت قسم کی برائیاں کرتے رہتے تھے۔ان لوگوں میں کئی قسم کی بدتمیزیاں تھیں انہیں کبوتر بازی کی عادت بھی تھی پرندوں کی بولیاں بولنا عام مشغلہ تھا،ایک دوسرے کو سیٹیاں بجا کر بلانا عادت بن چکی تھی ،تالیاں بجانا قہقہ لگانا کوئی معیوب نہ سمجھا جاتا بلکہ یہ کام فخریہ کرتے۔کوئی شریف آدمی ان میں بیٹھ نہ سکتا تھا،راستوں پر بیٹھ جاتے ، آنے جانے والی خواتین پر آوازے کستے شریف لوگ ان کی عادات سے پریشان تھے،روکنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی،قرآن مقدس نے ان کی برائیوں کا ذکر کرتے ''سیّاٰت'' فرمایا کہ کئی قسم کی برائیاں اپنے اندر لئے ہوئے تھے یہ کفار جب اُن اجنبی مہمانوں پر حملہ آور ہونے لگے تو لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم یہ پاس کھڑی عورتیں جو ان کا تماشہ دیکھنے کیلئے اکٹھی ہوگئی تھیں،فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں بعض تمہاری بیویاں ہیں تم ان کے خاوند ہو بعض غیر شادی شدہ ہیں تم اُن سے رواج کے مطابق شادی کرلو یہ میری قومی بیٹیاں ہیں،تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں پھر آپ نے قوم سے جھڑک کر فرمایا،اللہ سے ڈرو گناہ سے باز رہو مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رُسوا نہ کرو، جب آپ نے دیکھا کہ یہ ہٹ دھرم قوم ہے تو فرمایا تم میں نیک مرد کوئی بھی نہیں جو میری باتوں کو سُن کر عمل کرے؟

سرکش قوم نے وعظ سُن کر بھی اثر نہ کیا اور کہا لوط! تو نے پہلے ہی جانا ہوا ہے کہ ہمیں تیری قومی بیٹیوں

سے کوئی حاجت نہیں اور تم جانتے ہو ہمارے اِرادے کیا ہیں؟ لوط علیہ السلام جب مایوس ہو گئے تو آخری بات فرمائی، کاش اس وقت میرے لئے تمہارے سامنے کچھ قوت ہوتی کہ تمہیں یہاں سے بھگا سکتا یا اس طرح کہ ہتھیار لے کر تم سے اکیلا ہی جنگ کرتا یا دوسری قوم کو بلا کر لاتا جو تم سے لڑتے اور مار بھگاتے۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ تم نے مہمانوں سے بدتمیزی سے پیش آنا ہے تو میں پہلے تیاری کر لیتا یا کسی پہاڑ کے غار میں چھپ کر پناہ حاصل کر لیتا۔ ایک معنیٰ ’’رُکن شدید‘‘ کا یہ بھی کیا گیا ہے کہ کاش اس قوم کے سردار ہی میرے ساتھ ہوتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا
اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ
وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ
اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَ
هُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾
فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ
اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ
مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا
هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

صدق اللہ العظیم

فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے آپ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں بیشک اُسے بھی وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا بیشک صبح کو ان کی وعید کا وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں (۸۱) جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو اس کے نیچے کر دیا اور ہم نے ان کے اوپر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے (۸۲) جو آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے اور یہ سزا ان ظالموں سے کچھ دور نہ تھی (۸۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں لوط علیہ السلام کے کفار کو سمجھانے اور وعظ و نصیحت کا ذکر تھا اس کے نہ ماننے سے آپ کو پریشانی ہوئی۔اس آیہ مبارکہ میں فرشتوں کے جواب سے لوط علیہ السلام کی پریشانی کو دور کیا گیا ہے فرشتوں نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ قوم لوط علیہ السلام کی کوئی بات ماننے پر تیار نہیں اور لوط علیہ السلام پریشان ہو رہے ہیں تب فرشتے بولے لوط! بے شک ہم تیرے رب کے رسول ہیں ہم نے مجرموں کے جرموں کو دیکھ لیا ہے آپ بھی اُن سے جرموں کا ذکر سن چکے ہیں اب ان کے ہلاک ہونے کا وقت آ گیا ہے، آپ پریشان نہ ہوں یہ لوگ آپ پر ہرگز حملہ نہیں کر سکیں گے کہ اللہ کی پناہ بڑی ہے،اب لوط علیہ السلام نے ان کی طرف پوری توجہ دی تو پہچان لیا کہ فرشتے ہیں،لوط علیہ السلام نے ان فرشتوں کو مہمان سمجھ کر کفار سے بچاؤ کیلئے کمرے کے اندر بٹھایا ہوا تھا کفار دور کھڑے باتیں کر رہے ہیں مگر نبی کی ہیبت کا عالم یہ ہے آگے آ کر دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں،فرشتوں نے کہا اے لوط! آپ اپنے گھر والوں کو لے کررات کے کسی حصہ میں چلے جائیں فرشتے ظہر کے وقت آئے تھے،اب شام ہو گئی لوط علیہ السلام نے سفر کی تیاری کر لی آپ کے اہل میں آپ ہیں دو بیٹیاں ہیں،فرشتوں نے کہا اے لوط! جب عذاب آئے گا،آپ سفر میں ہوں گے آپ کو آوازیں آ رہی ہوں گی مگر پیچھے مڑ کر کوئی نہ دیکھے ہاں آپ کی بیوی اس حکم سے الگ ہے جبریل علیہ السلام نے کفار کے چہروں پر ہاتھ پھیرا سب اندھے ہو گئے،روتے،چیختے بھاگے اور کہنا شروع کیا یہ لوگ تو جادوگر ہیں،بچاؤ۔۔۔چاہیئے تھا کہ توبہ کرتے مگر الٹا لوط علیہ السلام کو بُرا کہنا شروع کر دیا اور کہا لوط اس کام کی ہم تجھے سزا دیں گے تو دیکھئے گا تیرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا عذاب کب آئے گا؟ میری بیوی کا کیا بنے گا؟ فرشتوں نے فرمایا آپ کی بیوی پر بھی وہی عذاب ہو گا جو قوم پر ہے،بیوی کو ساتھ نہ لے جانا اگر خود چل پڑی تو راستہ میں عذاب اُس پر بھی آجائے گا،لوط آپ کا یہ پوچھنا عذاب کب آئے گا،تو سن لو وہ صبح کو آئے گا اور صبح قریب

ہی ہے۔لوط علیہ السلام بستی سے نکل پڑے یہ قافلہ مختصر سا تھا ایک والد اور دو بیٹیاں ایک پہاڑی پر بیٹھے تہجد ادا کی، بیوی غفلت میں رہی فجر طلوع ہوئی تو عذاب نازل ہو گیا۔

قرآن مقدس نے فرمایا جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان کی بستیوں کو الٹا دیا، جبریل علیہ السلام نے ان پانچ بستیوں کو اٹھایا اور اوپر لے جا کر اُلٹا پھینک دیا قوم کی تعداد چار لاکھ افراد پر مشتمل تھی جو برباد ہو گئی اس علاقے کا نام ''موتفکات'' تھا بستیاں اُلٹانے کے بعد ساتھ ہی اُن پر پتھر بھی برسائے گئے یہ پتھر کھردرے تھے، نوکدار تھے ہر پتھر پر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا جیسے ابابیلوں نے ابرہہ کی فوج پر حملہ کیا تھا اور ہر پتھر پر مرنے والے کا نام لکھا ہوا تھا یہ پتھر آسمان سے آ رہے تھے مگر دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا کہیں قریب سے آ رہے ہیں، حضور ﷺ سے خطاب ہے محبوب اسی طرح کا عذاب آج کے کفار پر بھی آ سکتا ہے اور ایسی صورت حال ظالموں سے دور نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے بغیر تمہارا کوئی الٰہ نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو میں تمہیں خوشحال دیکھتا ہوں اور میں ڈرتا ہوں کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آ جائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے (۸۴) اور اے میری قوم ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین پر فسادی بن کر نہ چلو (۸۵)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں لوط علیہ السلام کی قوم کی بدعملی کا ذکر تھا جو قوم کا اپنے پر ہی ظلم تھا اس آیہ مبارکہ میں شعیب علیہ السلام کی قوم کی بدعملی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو گھٹ ناپ تول سے لوگوں پر زیادتی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام کا اسم گرامی سورۃ الاعراف، ہود الشعراء، العنکبوت میں گیارہ (۱۱) مرتبہ مذکور ہے۔

مدین ایک بزرگ کا نام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پوتا تھا یا بیٹا پھر اس کی نسل کا نام اسی نام پر چلا اور قبیلہ مدین بن گیا پھر اس قوم مدین کے اپنے علاقہ کا نام بھی مدین رکھ لیا، آپ نے اپنی قوم سے فرمایا میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے بغیر تمہارا کوئی معبود نہیں پہلے اللہ پر ایمان ہے پھر اعمال صالح کا ایمان مرکز ہے۔ خدا پناہ ایمان نہ ہو تو اعمال برباد ہیں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ایمان اور معرفت الٰہی کا درس دینے کے فوراً بعد کہا لوگوں کے ناپ تول میں کمی نہ کرو قوم میں یہ عملی خرابی تھی، خریداروں کو سودا دیتے تو ناپ تول میں کمی کر دیتے جب خود کسی سے مال لینا ہوتا تو وزنی پیمانوں سے لیتے۔ اے قوم! میں تمہیں عیش وعشرت میں خوش خرم دیکھ رہا ہوں، غریبوں پر ظلم تو وہ کرے جس کی پوری نہ پڑتی ہو تم مسکین غریب عاجز تو نہیں کہ ایسی فریب بازی سے کام لیتے ہو تم دھوکا کر کے غریبوں کا خون چوس رہے ہو اس سے بچو، اگر تمہارا یہی حال رہا تو مجھے تم پر ایسے عذاب کا خوف ہے جو محیط ہو جائے اور تم بچ نہ سکو، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹ نہ دو اور زمین میں فسادی نہ بنو تمہارا کم تولنا اور رقم زیادہ وصول کرنا غریبوں پر ظلم ہے جو تمہارے لئے عذاب کا سبب بنے گا۔

شعیب علیہ السلام کا یہ دوسرا خطبہ ہے، شعیب علیہ السلام بہت فصیح کلام فرماتے اس لئے آپ کا لقب خطیب الانبیاء ہے، آپ نے اپنے حسن بیان سے اپنی قوم کو سمجھانے اور ہدایت پر لانے کی کوشش کی مگر یہ سب کچھ سننے کے بعد قوم نے وہی جواب دیا جو جاہل قومیں مصلحین کو دیا کرتی ہیں۔ اس قوم کی عادت یہ بھی تھی جب خریداری کا وقت آتا تو چیزوں کا بھاؤ گرا دیتے اور معمولی قیمت میں خرید تے، یہ ظلم تھا اور ظلم

دنیا کا فساد ہے آج کے بعض کاروباری لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں سامان لینے کا بٹا اور ہے اور دینے کا اور ہے، تولتے وقت ڈنڈی مارنا اپنی عادت بنالی ہے انہیں یہ بدعملی قوم شعیب کے ورثہ سے ملی ہے وہ ایسا کر کے اپنے کو قوم شعیب کے عذاب کا حقدار بنا رہے ہیں۔اللہ پناہ دے۔شعیب علیہ السلام کی قوم میں دونوں نقص تھے بے ایمان بھی تھی بدعمل بھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝۸۷

صدق اللہ العظیم

اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر نگہبان نہیں (۸۶) انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داد کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں بس تم ہی ایک نیک چلن رہ گئے ہو؟ (۸۷)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں پہلی قوموں کی مخالفت کا ذکر تھا کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ کس طرح مخالفت کی۔اس آیہ کریمہ میں حضرت شعیب علیہ السلام سے قوم کی مخالفت کا ذکر فرمایا گیا ہے آپ نے قوم سے فرمایا اے قوم! تم کس قدر حرص میں مبتلا ہو گئے زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا کرنے پر تل گئے ہو تمہیں پتہ ہونا چاہئے حرام مال جتنا بھی ہو اس میں برکت نہیں، حلال مال تھوڑا بھی ہو تو برکت ہے حرص کو چھوڑ دو جو کچھ تمہیں اللہ کی طرف سے حلال ملے لے لو وہ مال جو اللہ تمہارے لئے بچاتا ہے وہی تمہارے لئے برکت کا باعث ہے جو تم کم ناپ تول سے ظلم کر کے کماتے ہو یہ بددیانتی ہے اور ایسی دولت بے برکتی ہے، فانی ہے برباد ہونے والی ہے حلال روزی میں ہی برکت ہے تھوڑی سے بھی گھر بھرا بھرا لگتا ہے مگر یہ باتیں تمہیں اس

وقت معلوم ہوں گی جب تم مومن بنو گے۔

یہ بھی معنی کیا گیا ہے اگر تم میری باتوں کو مانو گے تو تمہاری دولت تمہارے لئے بہتر ثابت ہو گی اسی دولت سے تمہیں اطمینان سکون نصیب ہو گا اللہ تعالیٰ حرام کو مٹاتا ہے صدقات حلال کی پرورش فرماتا ہے حرام رزق حرام راہوں پر خرچ ہوتا ہے۔طرح طرح کی مشکلات، بیماریاں، مصیبتیں ایسے رزق کو ختم کر دیتی ہیں۔حلال میں برکت حرام میں بے برکتی کی مثال بڑی واضح ہے بکری ایک یا دو بچے جنتی ہے اور ہزاروں بکرے روزانہ ذبح ہوتے ہیں مگر پھر بھی بکروں کے ریوڑ دکھائی دیتے ہیں کتیا پانچ چھ سات بچے جنتی ہے اُنہیں کھاتا بھی کوئی نہیں، کتوں کا ریوڑ پھر بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔حج کے موقعہ پر لاکھوں بکرے ذبح ہوتے ہیں پھر بھی بے شمار نظر آتے ہیں۔ برکت کی یہ واضح دلیل ہے تفسیر روح البیان میں سعید بن مسیّب کی ایک روایت اس طرح درج ہے، جب تاجر لوگ کھوٹ اور ملاوٹ کرنے لگیں تو غیر قوموں کا غلبہ ہو جاتا ہے بدمعاشی عام ہو تو موتیں زیادہ ہوتی ہیں، ناپ تول میں بددیانتی ہو تو اللہ رزق کے دروازے بند فرما دیتا ہے، خونریزیاں زیادہ ہوں تو حاکم ظالم مسلط ہو جاتے ہیں۔

چاہئے تھا کہ قوم شعیب علیہ السلام کی باتوں کو مانتی عمل پیرا ہوتی مگر طنز اور مذاق سے جواب دیا کہ شعیب کیا تیری نمازیں تجھے کہتی ہیں کہ ہم اپنے باپ داد کے خداؤں کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق کام نہ کریں نمازوں کا طعنہ قوم نے اس لئے دیا کہ شعیب علیہ السلام ساری ساری رات عبادات میں مصروف رہتے تھے، شعیب تیری سجدہ ریزیاں یہ بھی کہتی ہیں کہ ہم تجارت کے طریقوں سے ہٹ جائیں آخر ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کیوں نہ چلائیں تم کہاں کے حلیم ورشید آ گئے ہو۔صلوٰۃ کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تیرا دین تجھے ایسا حکم دیتا ہے؟ شعیب! یہ کیسے ہو سکتا ہے مال ہمارا ہو مرضی تیری چلے۔شعیب علیہ السلام نے انہیں کفایت شعاری حلال کمانے، صبر وشکر سے کام کرنے کا درس دیا مگر قوم اکھڑ تھی بات نہ مانی مگر شعیب علیہ السلام شان پیغمبری رکھتے ہیں سب کچھ سننے کے بعد اسی ہمدردی کے ساتھ مخاطب ہو کر اگلی بات فرمائی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

صدق اللہ العظیم

آپ نے کہا اے میری قوم بھلا یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے بہتر رزق ہی دیا ہو اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تمہاری مخالفت کروں اس میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں میں اپنی حسب طاقت تمہاری اصلاح کا ہی ارادہ کرتا ہوں اور میری توفیق اللہ کی مدد سے ہی ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۸۸) اے میری قوم! تمہیں میری دشمنی اللہ کی نافرمانی پر ہرگز نہ اُکسائے مبادا تمہیں بھی ایسا عذاب پہنچے جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچا اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں (۸۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کے حرام مال اور پلید روزی کا ذکر ہوا کہ ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کا مال حرام طریقے سے حاصل کرے، اس آیہ مبارکہ میں نبی کے حلال طیب رزق کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ شعیب علیہ السلام نے کہا میری قوم مجھے بتاؤ اگر میں واقعی اپنے رب کی طرف سے نبوت کے ساتھ ہوں اُس نے مجھے نبی بنا کر وعظ و تبلیغ کیلئے بھیجا ہے اور اُس نے مجھے اپنی طرف سے رزق حسن بھی دیا ہے، یعنی نبوت، خطابت، عقل سلیم، رزق حسن سے مراد یہ ظاہری رزق بھی ہے کہ اس لئے مجھے اس قدر رزق دے رکھا ہے جس میں حرام کا شائبہ بھی نہیں۔ چھ پیغمبر مال دار گزرے ہیں۔ سیدنا شعیب، سیدنا داؤد، سیدنا سلیمان، سیدنا یعقوب، حضرت ذی

القرنین علیہم السلام (ان کی نبوت میں اختلاف ہے) جب اللہ نے مجھے بے شمار انعامات سے نوازا ہے تو میں تمہیں برائی سے کیوں نہ روکوں تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ گمراہوں کو نیکی کی طرف بلاتے رہے اب تمہیں تمہاری عقل نہیں بچائے گی، نبوت کے دامن سے وابستگی بچائے گی۔

اے میری قوم! تم میرے معاملات کو سمجھتے ہو جانتے ہو دیکھتے ہو میرا قول وفعل برابر ہے تو سمجھ لو میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ اصلاح ہو، میں تمہیں بہتری کی راہ دکھاتا ہی رہوں گا تم راضی ہو یا ناراض میں اپنی طاقت کے مطابق یہ کام کرتا ہی رہوں گا۔ کام کرنے کی یہ توفیق مجھے اللہ نے دی ہے اسی باعث میں کسی ظالم سے ڈرتا نہیں میرا بھروسہ صرف اسی ذات پر ہے کہ وہ قادر ہے، میں اپنے سارے معاملات اسی کی طرف لوٹاتا ہوں تم مجھ پر اعتماد کرو میں تمہیں غلط راہ پر نہیں ڈال رہا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے اس وعظ میں علم وحکمت کے دریا بہتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ''مبیّنہ'' فرما کر واضح کیا کہ علم فضل عقل امانت سبھی کچھ میرے پاس ہے اور یہ فرمایا کہ مجھے رزق میرا خدا دیتا ہے، بتایا ہے میں بھوکا ننگا نہیں کہ تمہارا رُعب برداشت کروں، رزق کے ساتھ ''حسنا'' کا لفظ بتاتا ہے تمام قسم کے رزق حسین انداز میں میرے پاس ہیں تم نے مجھے مذاق کے طور پر کہا کہ میں حلیم ورشید ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے مجھے حلم والا بنایا ہے، ہدایت والا بنایا ہے، اسی وجہ سے تو تمہیں برائی سے روکتا ہوں کہ حلم والا ہوں، علم والا ہوں، فضل والا ہوں چونکہ مجھ پر اللہ کی بے شمار عنایات ہیں انعامات ہیں یہ کرم ہوتے ہوئے حق نہ کہوں تو یہ خیانت ہوگی جو نبوت سے بہت دُور ہے۔

میری قوم! میں چاہتا ہوں کہ میری مخالفت تمہیں مجرم نہ بنادے جیسے پہلی قوموں کو عذاب پہنچا تمہیں نہ پہنچے تم جانتے ہو قومِ نوح پانی میں غرق ہوئی، قوم ہود آندھی سے تباہ ہوئی، قوم صالح چیخ سے برباد ہوئی اور پھر لوط علیہ السلام کی قوم کا حشر تو کوئی بہت زیادہ دور کی بات نہیں۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ قوم لوط اور قوم مدین رشتہ داری کے لحاظ سے بھی قریب تھے دور نہیں تھے، یہ بھی معنی ہے کہ قوم لوط کی اُلٹی ہوئی بستیاں مدین کے قریب ہی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۹۰

اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر (دل و جان سے) اس کی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب مہربان ہے اور پیار کرنیوالا ہے (۹۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

آپ نے پھر قوم سے فرمایا میری قوم والو! تم بہت گناہ کر چکے ہو ظلم کر چکے ہو، اب باز آجاؤ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر اس معافی مانگنے کے بعد چونکہ تم نے اچھے کام کرنے کا عہد کرنا ہے اس کیلئے اسی رب کی طرف رُجوع کرو تم شرک میں مبتلا رہے ہو اس لئے استغفار کرو، ناپ تول میں خرابی کرتے رہے ہو توبہ کرو، بددیانتی سے بچو، پہلے استغفار فرمانے میں حکمت ہے، پہلے ایمان لاؤ پھر گناہوں سے توبہ بغیر ایمان تو کوئی عمل قبول ہی نہیں۔

توبہ کی شرائط میں ایک یہ ہے کہ کئے گئے گناہوں پر شرم محسوس ہو، ندامت کے آنسو بہیں، دوسری شرط آئندہ نہ کرنے کا عہد کرنا ہے۔ شرم وحیاء کے آنسو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد بہترین توبہ ہے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لئے ۔۔۔ قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

حضور ﷺ فرماتے ہیں ''التائب من الذنب کما لا ذنب له'' گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ توبہ کا معنیٰ ''رُک جانا، ہٹ جانا'' پھر اس کام کی طرف رجوع نہ کرنا ہے اگر یہی لفظ اللہ کی طرف منسوب ہو تو معنیٰ ہوگا، کہ توبہ کرنے والے کو اللہ عذاب دینے کا فیصلہ منسوخ کر دے گا۔

استغفار بہترین عمل ہے جو بندے کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس کئی بندے آئے اور انہوں نے اپنی اپنی مشکلات ومصائب کا ذکر کیا آپ نے سبھی کو استغفار کرنے کا حکم دیا کسی نے عرض کی حضور ان لوگوں کی بیماریاں تو الگ الگ ہیں مگر دوائی سبھی کی ایک ہی ہے۔ فرماتے ہیں آپ نے قرآن مقدس کی آیہ مبارکہ نہیں پڑھی ''فقلت استغفرو ربکم یرسل علیکم مدرارا و

یمددکم باموال و بنین ‘‘اللہ سے معافی مانگو وہ تمہیں بارش بھی دے گا مال بھی دے گا اولاد بھی دے گا۔ استغفار کا وظیفہ کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے مگر بہترین وقت تہجد کا ہے سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا’’ والمستغفرین بالاسحار ‘‘وہ سحری کے وقت میں استغفار کرتے ہیں۔

قوم سے فرمایا توبہ استغفار کرنے میں شرم نہ کیا کرو مایوس نہ ہو میرا رب ہمیشہ سے ہمیشہ تک رحم فرمانے والا ہے وہ اپنی طرف آنے والوں کو بے پناہ رحمتوں سے نوازتا ہے میرا رب ودود ہے اس کے در سے کوئی بھی خالی نہیں جاتا وہ تو اتنا کریم ہے رحیم ہے کہ بندے کی التجا کا انتظار فرماتا ہے بلکہ خود حکم دیتا ہے ’’ادعونی استجب لکم ‘‘مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا، دوں گا۔ شعیب علیہ السلام کی محبت بھری تقریر کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور پھر اعتراضات کئے جن کا ذکر اگلی آیہ کریمہ میں موجود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾

صدق اللہ العظیم

انہوں (قوم) نے کہا اے شعیب! ہمیں سمجھ نہیں آتی جو کچھ تو کہہ رہا ہے اور بیشک ہم تجھے اپنے اندر کمزور دیکھتے ہیں اگر تیرا خاندان نہ ہوتا تو ہم نے تجھ پر پتھراؤ کر دیا ہوتا اور تو ہم پر غالب نہیں (۹۱) فرمایا (شعیب نے) اے میری قوم! کیا تم پر میرے خاندان کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اُسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب احاطہ فرمانے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو (۹۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں شعیب علیہ السلام کے محبت بھرے خطاب کا ذکر تھا کہ دھوکہ دہی چھوڑ و، اللہ سے معافی مانگو وہ رحیم ہے تمہیں معاف کر دے گا۔ اس آیہ کریمہ میں قوم کا جواب ہے جو اُس نے شعیب علیہ السلام کو دیا اے شعیب! ہم تیری باتیں سنتے تو ہیں مگر ہمیں پتہ نہیں چلتا تیرا مقصد کیا ہے اور تو چاہتا کیا ہے یا یہ معنی ہے کہ شعیب! تو ہماری سمجھ فکر سے اونچی باتیں کر رہا ہے اس وقت یہ قوم گمراہی میں پھنس چکی تھی اور اس گمراہی کو اپنی کامیابی سمجھتی تھی اس لئے یہ کہہ رہی ہے تیری باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں یا پھر قوم کا یہ جواب شعیب علیہ السلام سے مذاق ہے یا یہ جواب اس طرح ہے تو ہے کون جو ہمیں بتوں کی پرستش سے روکے، اور ہمارے تجارت کے معاملہ میں ناپ تول پر اعتراض کرے حالانکہ ہم تجھے اپنے اندر کمزور سمجھتے ہیں۔ کمزور کا معنی یا تو یہ ہے کہ تو جسمانی طور پر کمزور ہے یا یہ ہے کہ تو کاروبار کی سیاست کو نہیں سمجھ سکتا جو ہم سمجھ رہے ہیں یا یہ ہے کہ تیرا گروپ کمزور ہے ہم مضبوط ہیں۔ آج بھی متعصب لوگ اور گھٹیا ذہن کے لوگ کسی بھی اچھے بندے سے متعلق کہہ دیتے ہیں چھوڑو جی اُسے، وہ تو کچھ جانتا ہی نہیں اُسے کیا پتہ معاملات کیسے چلائے جاتے ہیں۔ یہ بیماری صدیوں پہلے سے آ رہی ہے قوم شعیب میں یہ نقص تھا دنیا داروں کو تو اچھا سمجھتے تھے مگر نبی کے دشمن تھے یہ کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ شعیب تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو پتھراؤ کر دیتے یا گالیاں دیتے یہ محض لحاظ ہے ورنہ تم ہم پر غالب نہیں ہو۔

یہ قوم کا جارحانہ انداز تھا جو اس نے شعیب علیہ السلام کے مقابلہ میں اختیار کیا قوم کا یہ جواب سن کر شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے قوم! کیا میرا قبیلہ تمہیں اللہ کی نسبت زیادہ عزت والا ہے، میرا سب کچھ کہنا سننا یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اے قوم! میرے خاندان کی عزت نہ نبھاؤ، اپنے خالق و مالک کی عزت کرو وہ تمہارا رب ہے پروردگار ہے، تم نے تو اللہ کو معمولی جان کر پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اس کے حکموں سے لاپرواہ ہو گئے ہو، یا اس کے حکموں کو معمولی بے کار سمجھ کر پیچھے پھینک دیا ہے میرا رب تمہیں اچھی طرح

جانتا ہے اس نے تمہارے سب کاموں کو گھیر رکھا ہے تمہیں میری برادری کا احساس ہے مگر اللہ کے حکموں کی پرواہ نہیں۔ میرے خاندان کی وجہ سے تم مجھے کچھ نہیں کہتے مگر میرے رب کا لحاظ نہیں جس نے مجھے تمہاری ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔ شعیب علیہ السلام کی باہیبت گفتگو اس لئے نہ تھی کہ آپ کی برادری بڑی ہے بلکہ اس لئے تھی کہ آپ کو اپنے رب پر بڑا بھروسہ تھا، رب کی تائید حاصل تھی آپ نے فرمایا تم نے میری اصل طاقت رب قدوس کے فضل وکرم کو نظرانداز کیا ہوا ہے تمہاری اس نادانی پر افسوس ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

صدق اللہ العظیم

(شعیب علیہ السلام نے کہا) اے قوم تم اپنی جگہ اپنا کام کرتے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں عنقریب تم جان لوگے وہ کون ہے جس پر عذاب آتا ہے کہ اُسے ذلیل کرے اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں (۹۳) اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور اس کے ساتھ کے ایمان والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے رہ گئے (۹۴)

تفسیر

شعیب علیہ السلام نے جب تبلیغ کے تمام راستے اختیار کر لئے اور سمجھانے کے سارے راستے بتا دیئے، قوم نہ مانی اور آپ مایوس ہو گئے تو پھر یہ فرمایا اے میری قوم! اب میں مزید کچھ نہ کہوں گا کہ تم ہٹ دھرم واقع

ہوئے ہو اب تم جو چاہو کرو میری دشمنی میں جو چاہو کرو یا اپنے کفر میں اُڑے رہو، میں اپنی جگہ اپنے اعمال صالح عبادت وریاضت خدا کی یاد میں ہوں یہ فرمانا انہیں ایسا کرنے کی اِجازت نہیں بلکہ ڈھیل ہے مہلت ہے اور یہ مہلت اچھی نہیں، عنقریب ہی تم جان لوگے کہ ذلیل کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے تمہیں یہ بھی پتہ چل جائے گا کون جھوٹا ہے تم کچھ انتظار کرو میں بھی انتظار میں ہوں تم اپنی ہلاکت کا انتظار کرو میں تمہاری حالت کا انتظار کر رہا ہوں ۔اس کا معنی یہ ہوگا اے قوم تم گناہوں میں جو کر سکتے ہو کرلو میں اپنے رب کی عبادت میں جو کرسکتا ہوں کر رہا ہوں۔

شعیب علیہ السلام نے ستر سال تبلیغ کے بعد یہ فرمایا اس عرصہ تبلیغ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کس قدر حوصلہ، باہمت اور صبر والا ہوتا ہے اور آخر وقت تک نبی قوم کی اصلاح بہتری کی سوچتا ہے اور جب ہمارا حکم، فیصلہ یا عذاب جو قوم کے مقدر میں تھا آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور کفار کو ایک زبردست چیخ نے پکڑ لیا جس کے باعث کفار اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے رہ گئے یا گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے ۔ یہ اپنے علاقہ میں چھوٹی چھوٹی بستیوں میں پھیلے ہوئے تھے سبھی پر یہ ذلت کا عذاب آیا اور مومنین اس کی رحمت سے بچ گئے۔

آیہ مبارکہ میں پہلے ایمانداروں کو رحمت سے بچانے کا ذکر ہے پھر کفار کو ہلاک کرنے کا جس سے پتہ چلتا ہے خدا کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت ہے، جیسے ارشاد ہے ''ان رحمتی سبقت علی غضبی'' بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔قوم مدین کے عذاب کو مختلف الفاظ میں ذکر فرمایا گیا ہے، ''صیحة'' بھی فرمایا گیا، ''رجفه'' بھی فرمایا گیا ''یوم الظله'' کے الفاظ بھی ہیں یہ عذاب اس وقت آیا جب شعیب علیہ السلام وعظ فرما کر گھر تشریف لے گئے قوم باہر تھی ،شدت کی گرمی تھی ، کالا بادل چھا گیا اور اس سے آگ برسی ، مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ تھی جبکہ کفار تین لاکھ تھے۔ قوم شعیب پر اس وقت عذاب آیا جب آپ ان سے الگ ہو گئے ، ایسے ہی قوم لوط علیہ السلام پر اس وقت عذاب آیا جب بستی سے نکل

گئے، جس سے پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ نبی کی موجودگی میں عذاب نازل نہیں فرماتا کہ نبی رحمت ہے اور عذاب زحمت ہے دونوں اکٹھے نہیں ہوتے۔ شعیب علیہ السلام کے قریب رہنے والے عذاب سے بچ گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

صدق اللہ العظیم

گویا کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے آگاہ ہوں ہلاکت ہو مدین کیلئے جیسے ہلاک ہوئے ثمود (۹۵)

تفسیر

عذاب کی صورت یہ تھی چیخ سے سارے کے سارے انسان مر گئے، آگ برسنے سے سارے درخت ساری کھیتیاں جل گئیں، طوفان اور زلزلے سے مکانات تباہ ہو گئے یہ بربادی ایسی تھی محسوس ہوتا تھا یہاں بستیاں تھی ہی نہیں، آن کی آن میں تختہ اُلٹ گیا حالات بدل گئے نہ قوم کی سرکشی رہی نہ غرور نہ باطل کا شور، حق ہی حق رہ گیا۔ آگاہ رہو قوم مدین پر ایسے پھٹکار پڑی جیسے ثمود پر تھی قوم مدین اور قوم ثمود کے جرم تو الگ الگ تھے مگر عذاب یکساں ہوا کہ نبی کی گستاخی میں ایک طرح ہی تھے بعض نے یہ بھی کہا یہ دونوں قومیں قریب قریب بستیوں میں رہتی تھیں، راہ زنی، ڈکیتی کے جرم میں برابر تھیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور واضح غلبہ کے ساتھ (۹۶) فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، درباریوں نے فرعون کی اتباع کی اور فرعون کا حکم غلط تھا (۹۷) قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور انہیں جہنم میں لا ڈالے گا اور جہنم داخل ہونیکی بہت

فِىۡ هٰذِهٖ لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿۹۹﴾

صدق اللہ العظیم

بُری جگہ ہے جہاں انہیں داخل کیا جائے گا(۹۸) ان پراس دنیامیں بھی لعنت بھیجی جاتی رہے گی اور قیامت کے دن بھی بہت بُرا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا(۹۹)

تفسیر

نوح، صالح، ہود، شعیب علیہم السلام کے بعد ایک اور جلیل قدر نبی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یہ پہلے نبی ہیں جنہیں ایک سے زیادہ معجزات دیئے گئے۔جن کا ذکر اس طرح ملتا ہے”ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات“،ہم نے موسیٰ کو نو معجزات دیئے۔اور سلطان مبین سے مراد وہ قوی دلائل ہیں جو فرعون سے مناظرہ کے وقت آپ نے پیش فرمائے اور فرعون کو خاموش ہونا پڑا یا اس سے مراد عصاء ہے جس سے فرعون کی ساری شعبدہ بازیاں خاک میں مل گئیں اگرچہ عصا بھی نشانیوں میں شامل ہے مگر الگ ذکر کر کے اس کی اہمیت کو ظاہر کیا گیا۔موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں ۱۳۶ دفعہ آیا ہے۔آپ جنوبی مصر میں پیدا ہوئے ان دنوں قبطیوں کا ایک متعصب خاندان برسر اقتدار تھا۔

جبکہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ وہ نبی ہیں جو سراپا معجزہ ہیں اور آپ کے معجزات تعداد سے بالاتر ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے کہ آپ کی نبوت قیامت تک ہے۔پہلی آیات میں اُن سرکشوں کا ذکر تھا جنہوں نے لوگوں سے مقابلہ کیا۔اس آیہ میں اس کافر کا ذکر ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کر کے خدا کا مقابلہ کیا،ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا،درباریوں سے مراد قبطی ہیں وہی اس کے ہم قوم تھے اصل حکومت قبطیوں کی ہی تھی اسرائیلی تو اقلیت میں تھے وہی سارے غرق ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں،قبطیوں سب کی طرف مبعوث ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہتر انداز سے تبلیغ فرمائی لوگوں نے سمجھ لیا فرعون کا دعویٰ سچا نہیں جھوٹا ہے،فرعون نے خود بھی اپنے کو غلط محسوس کر لیا

مگر اپنی ذلت سمجھ کر اڑا رہا، درباری بھی اس کے متبع رہے اور حق کے منکر رہے یہ اُمراء اس کی اتباع کرتے رہے۔ امام رازی فرماتے ہیں فرعون دہریہ تھا کسی کو خالق نہ مانتا تھا خود کو معبود کہتا تھا اس کے سارے کام رشد و ہدایت سے خالی تھے، موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو نہایت مفید اصلاحی انداز میں تبلیغ فرمائی مگر قوم پھر بھی نہ مانی اور اپنے اندھے پن کا ثبوت دیا اور فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا جہنم دیکھ کر رُکنے کی کوشش کریں گے مگر رُک نہ سکیں گے اور جہنم میں چلے جائیں گے۔

یہ لوگ جس طرح دنیا میں آنکھیں بند کر کے فرعون کے پیچھے چلتے رہے قیامت کے دن بھی ایسے ہوگا آیہ مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہو رہا ہے، قیامت کے دن پیروی کرنے والے بھی ایسے لیڈر کی سزا کے ساتھ ہی سزا پائیں گے اور ان کا کوئی عذر مانا نہ جائے گا کہ انہیں دنیا میں عقل وفکر سوچ سمجھ کی صلاحیتیں دی گئیں تھیں انہوں نے اُن سے فائدہ کیوں نہ اُٹھایا دنیا میں بھی لوگ انہیں بُرا کہتے رہے، قیامت کے دن بھی انہیں کچھ دیا گیا تو یہی کہ مزید لعنت اور پھٹکار کے گھیرے میں ہوں گے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا فرعون کا حکم غلط تھا، خدائی دعویٰ سے لے کر بنی اسرائیل کو غلام بنانے تک کوئی بھی تو ایسا کام نہ تھا جو قابل تعریف ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ

یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو بیان کر رہے ہیں ان میں سے کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی (۱۰۰) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنے پر زیادتی کی جب خدا کا حکم آ گیا تو انہیں اُن کے معبودوں نے جنہیں اللہ کے بغیر پوجتے تھے کوئی فائدہ نہ دیا ان کی

أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾

صدق اللہ العظیم

بربادی میں ہی اضافہ کیا(۱۰۱) اور ایسے ہی پکڑ ہے تیرے رب کی بستیوں کو جب پکڑتا ہے حالانکہ وہ ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ سخت درد ناک ہے(۱۰۲)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ محبوب قوموں کی ہلاکت کے واقعات ہم نے آپ کو سنائے، یہ ہلاکت بربادی ان کے اپنے کردار کے سبب ہوئی ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی۔قرآن مقدس کے ارشاد "من انبـاء " سے پتہ چلتا ہے کہ ہم نے چند واقعات بتائے ہیں ورنہ سوالاکھ انبیاء کے واقعات تو بہت زیادہ ہیں ہم نے تجھے یہ معاملات بتائے اگر تیری تصدیق نہ کریں تو کچھ بستیوں سے نشانات کا رہ جانا، بربادویرانہ کی شکل دکھائی دینا واضح دلیل ہے کچھ وہ بستیاں بھی ہیں جو قوموں پر عذاب آنے کے ساتھ بستیاں بھی برباد ہوگئیں ان کے نشانات بھی مٹ گئے۔یہ معنی بھی ہے اے نبی پاک! ہم نے تجھے یہ واقعات اس لئے بتائے ہیں کہ تیری اُمت کیلئے آپ کی نبوت کے دلائل ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ نبی اُن انبیاء سے کتنا عرصہ بعد مبعوث ہوا، ان کے نہ پڑھے نہ سنے پھر بھی کس طرح تفصیل سے کھول کھول کر بیان کررہا ہے۔عقل والے حیران ہیں کہ جس نے کسی سے نہ پڑھا وہ کس طرح واقعات کی نشان دہی کررہا ہے اور وہ سارے واقعات صحیح درست ثابت ہورہے ہیں۔

یہ واقعات اس طرح بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہیں کہ تورات وزبور میں یہ واقعات کچھ تو ہیں ہی نہیں اگر کوئی ہے تو حقیقت وجغرافیہ کے خلاف ہے، یہودی عیسائی ایک دوسرے کے واقعات کو جھٹلاتے ہیں مگر حضور ﷺ کے بیان کردہ واقعات کو سبھی نے تسلیم کیا ہے۔قرآن مقدس نے قوموں پر عذاب کو ذکر کرتے فرمایا جتنی قوموں پر جتنے بھی عذاب آئے بربادی ہوئی اُن پر ہم نے ظلم نہیں کیا، ظلم کرنا گناہ ہے اللہ

اس سے پاک ہے کفار نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا وہ اس طرح کہ کفر کے مرتکب ہوئے اور یہی کفران کی ہلاکت کا سبب بنا اور اسی طرح جس طرح پہلی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے پکڑا اور فنا کر دیا ایسے ہی محبوب تیرے رب کی پکڑ ہے کفار ومشرکین دیکھیں سوچیں اور عبرت حاصل کریں ان کھنڈرات کو محض تماشہ کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ عبرت حاصل کریں۔ بے شک اللہ کی گرفت سخت ہے مجرم کتنا ہی طاقتور ہو اپنے کو چھڑا نہیں سکتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے پہلے کافر مشرک کو مہلت بچاتی ہے، انبیاء واولیاء کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے جب سرکشی بڑھ جاتی ہے تو پکڑ میں آتا ہے اور پھر بچ نکلنے کی ساری اُمیدیں ٹوٹ جاتی ہیں اور یہ پکڑ ہماری طرف سے ظلم نہیں یہ لوگوں نے اپنے پر خود کیا ہے، جب ہم نے عذاب بھیجا تو پھر کوئی بت اس عذاب کو دور کر کے انہیں بچا نہ سکا، یہ کفار نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں، ہماری پکڑ ہر گستاخ، نافرمان پر اس طرح ہوتی چلی آئی ہے اور یہ پکڑ سخت دردناک اور تکلیف دہ ہوئی ہے۔

آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کفار ومشرکین پر عذاب دوسرے حیوانوں، جانوروں کیلئے بھی بربادی بنتا ہے ایسے ہی نیکوں پر کرم دوسرے حیوانوں جانوروں کیلئے بھی رحمت بنتا ہے اور جب قوموں پر عذاب آیا تو ان کے بُت اُسے ٹال نہ سکے وہ عذاب ان پر بربادی کے لحاظ سے ہی بڑھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اس میں نشانی ہے اس کیلئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے (۱۰۳) اور ہم اُسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر مقررہ مدت کیلئے (۱۰۴) جب وہ دن آئے گا کوئی اللہ کے حکم کے بغیر بات نہ کریگا ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب (۱۰۵) جو لوگ بدنصیب ہیں وہ دوزخ میں ہیں اس میں گدھے کی طرح آوازیں ہیں (۱۰۶) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان رہیں ہاں جتنا تمہارے رب نے چاہا بیشک تمہارا رب جو چاہے کرے (۱۰۷)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مختلف عذابوں کا تذکرہ ہوا۔اب کفار سے فرمایا جا رہا ہے ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جب سارے کے سارے لوگ ایک بارگاہ میں حاضر ہوں گے وہ یوم مشہود ہے اس دن سب نے سب کو دیکھ لینا ہے، اللہ کا عذاب نشانی ہے کہ آخرت میں ضرور عذاب ہوگا اور کوئی مجرم بچ نہیں سکے گا جنہیں عذاب دے دیا گیا کہ یہ عذاب آخرت کے عذاب کا بدلہ نہیں بن سکے گا، دنیا کا عذاب جزا نہیں بلکہ صرف لوگوں کو عبرت دلانے کیلئے ہے یہ دن بہت بڑا دن ہوگا بہت بڑا اجتماع ہوگا پھر بھی لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے اللہ اس دن کے لانے میں تاخیر نہیں فرمائے گا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ ڈرے اور اس اجل کے آنے سے پہلے پہلے اپنے نفس کا تزکیہ کرے وہ دن ایسا ہیبت ناک ہوگا کوئی نفس بات تک نہ کر سکے گا سبھی دم بخود ہوں گے نہ

کوئی اپنے لئے بات کرسکے گا نہ کسی کیلئے نہ زور سے بات کرسکے گا نہ آہستہ۔

جو شقی ہیں ان کیلئے وعدۂ جہنم ہے نیکوں کیلئے وعدۂ جنت ہے بدنصیبوں کیلئے جہنم میں دو قسم کی آوازیں ہوں گی ایک ''زفیر'' دوسری ''شہیق'' باہر کو زور لگا کر گدھے کی طرح ہینکنا زفیر ہے اندر کو سانس کھینچتے وقت گدھے کی طرح ہینگنا شہیق ہے گویا جہنم میں چیخ وپکار سے دھاڑ مچی ہوگی، یہ دھاڑیں سخت عذاب کی بناء پر ہوں گی سعادت وہ نعمت ہے جو نیکی میں بندے کی معاون ہوتی ہے، شقاوت وہ قہر ہے جو بدی میں معاون ہوتی ہے، پھر بدبختی کی یہ چیخ وپکار عارضی نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ابدابد تک یہ کفار اسی جہنم میں رہیں گے۔ ''مادامت السموات'' سے مراد ہیشگی ہے اور یہ بطور محاورہ بولا گیا ہے مگر وہ فاسق گناہگار جنہیں اللہ دوزخ سے نکالنا چاہے گا آج کل تو دنیا کئی حصوں میں منقسم ہے امیر غریب، کالا گورا، عربی عجمی مگر قیامت کے دن یہ نوع انسانی صرف دو گروہوں میں بانٹی جائے گی۔ ایک گروہ کو سعید کہا جائے گا دوسرے کو شقی۔ جو دنیا میں اپنے رب ذوالجلال سے تعلق جوڑے رہے وہ سعید ہوں گے اور جنہوں نے تعلق نہ رکھا اپنی سرکشی اور غرور میں رہے وہ شقی ہوں گے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جب تک زمین وآسمان رہیں گے کفار مبتلا عذاب رہیں گے یہاں زمین وآسمان سے مراد یہ زمین وآسمان نہیں کیونکہ یہ تو اس وقت فنا کردئے جائیں گے، بلکہ عالم آخرت کے زمین وآسمان مراد ہیں جو ہمیشہ رہیں گے اگر یہ زمین وآسمان مراد ہوں تو پھر محاورہ کے طور پر استعمال ہوئے کہ عرب جس کی ہیشگی بیان کرتے تو زمین وآسمان کا ذکر کردیتے، سعید لوگوں کو عطا کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوگی، جنتی انعامات کا سلسلہ ایسا نہیں ہوگا کہ کچھ دیر کے بعد منقطع کردیا جائے جنتیوں پر جودوعطا کی بارش ہمیشہ رہے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ ایسی عطاء ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی (۱۰۸) (اے سننے والے) تو دھوکے میں نہ پڑ، اس سے جسے کافر پوجتے ہیں یہ ویسا ہی پوجتے ہیں جیسے ان کے باپ دادا پوجتے تھے اور بے شک ہم انہیں اُن کا حصہ پورا پورا دیں گے کمی نہ ہوگی (۱۰۹)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں قیامت کے دن انسانوں کی دو قسموں کا ذکر کیا گیا کچھ نیک ہوں گے کچھ بد، اس آیہ پاک میں نیکوں کے ساتھ برتاؤ کا ذکر ہے کہ انہیں کیسی کیسی نعمتیں عطا ہوں گی، ارشاد فرمایا گیا جو لوگ خوش بخت ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزارا وہ جنت میں ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جب تک آسمان وزمین قائم رہیں گے مگر بعض فاسق مسلمانوں کی وہ مدت جو آپ کا رب چاہے کہ جنت میں نہ گزرے بلکہ جہنم میں گزار کر پھر آئیں۔ جنتیوں کیلئے جنت میں ایسے انعامات وعطائیں ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی۔ مسلمان سے فرمایا گیا ہے اے مسلمان کفار کی سج دھج، اکڑ وغرور دیکھ کر شک میں نہ پڑ جانا تم نے دیکھا کفار کی ساری طاقتیں سلطنتیں ایک لمحہ میں کس طرح برباد ہوگئیں، نوح، ہود، لوط، شعیب علیہم السلام کی قوموں کا حشر تم نے دیکھا، پڑھا، سنا کیا ہوا ان کے باطل معبود اُن کے کام نہ آسکے ان کی سلطنتیں اللہ کے ہاں قبول کی دلیل نہیں۔ دنیا میں ہم نے اُنہیں پورا پورا دے دیا ان آیات مقدسہ میں کس قدر واضح طور پر سمجھایا گیا ہے کہ بتوں کی پرستش، جہالت بے معنی اور حق سے دور کرنے والی ہے بعض لوگوں نے ان آیات سے مراد اہل اللہ کے آستانے لئے جو

قرآن مقدس کی تفسیر نہیں تحریف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تو اس میں اختلاف پڑ گیا اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ اس کی طرف سے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں (۱۱۰)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں ربّ قدوس کے وحدہٗ لاشریک ہونے کے خلاف لوگوں کے نظریات کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے انکار کا ذکر ہے، یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی کتاب میں اختلاف کر بیٹھے، آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے یا عام مسلمانوں سے خطاب ہے اگر قرآن پاک کو مکہ کے لوگ نہیں مانتے تو پریشان ہونے کی بات نہیں۔ آپ کے آنے سے پہلے ہم نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو وہ بنی اسرائیل جنہوں نے فرعون کو ڈوبتے دیکھا پھر اس کتاب میں اختلاف کرنے لگے یہاں تک کہ تحریف کا نشانہ بنا دیا، احکام بگاڑ دیئے کچھ لوگ ایمان لائے کچھ بگڑ گئے اور کہا یہ توریت خدا کا کلام ہی نہیں

فرمایا جا رہا ہے محبوب! کفار کی حرکتوں سے پریشان نہ ہوں کہ یہ قرآن کی توہین کیوں کرتے ہیں اگر ہماری حکمت کے مطابق یہ فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا کہ انہیں عذاب قیامت کو ہوگا تو انہیں دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام کی قوموں کا حشر ہوا مگر ان پر پہلی قوموں کی طرح عذاب نہ ہوا کہ ان کی نسلوں میں ایمان ختم ہو چکا تھا کفار مکہ کی نسلوں میں ایمان باقی ہے، جیسے ابو جہل کی نسل میں عکرمہ موجود ہیں، جب عکرمہ ابو جہل کی پشت سے نکل جائیں گے تو ابو جہل کو بدر میں قتل کرا دیا جائے گا پھر انہیں

دنیا میں عذاب نہ دینے کی ایک بات یہ بھی ہے پہلے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کیلئے بددعا کی تھی وہ عذاب کا شکار ہو گئے تو نے بددعا نہیں کی ہم نے عذاب نہیں بھیجا۔ محبوب! تیرے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں آئے گا اس عنوان کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے "**ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم**" اللہ کی شان نہیں کہ انہیں پہلی قوموں کی طرح عذاب دے جبکہ تو بھی ان میں ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۚ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک سب (اختلاف کرنے والوں) کو تیرا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا بیشک خبردار ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں (۱۱۱) آپ ثابت قدم رہئے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت قدم رہیں) توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں اور سرکشی نہ کرو بیشک اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ کر رہے ہو (۱۱۲) اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ ورنہ تمہیں آگ پکڑ لے گی اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی (۱۱۳) اور دن کے دونوں حصوں (صبح و شام) میں نماز قائم کیجئے اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے اور آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا (۱۱۴)

تفسیر

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ایک نومسلم صحابی سے غلطی ہوگئی ایک خاتون کا بوسہ لے لیا جس پر وہ سخت پریشان ہوئے اور بارگاہ رسالت میں شرم کے ساتھ یہ بات بتادی تو آیہ کریمہ نازل ہوئی بے شک اللہ ہر ایک کو پوری پوری جزا دے گا کسی کی جزا، سزا میں کمی نہیں ہوگی بروں کو برائی کا پورا بدلہ ملے گا اور اچھوں کو اچھائی کی جزا ملے گی اور یہ پوری پوری جزا سزا دینا قدرت کا بہت بڑا کمال ہے ہر ایک اس کے عمل کی پوری پوری جزا سزا وہی دے سکتا ہے جو اعمال سے پورا پورا باخبر ہو'فاستقم'' میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے بظاہر تو لفظ استقامت ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اپنے اندر بہت وُسعت رکھتا ہے معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اندر عبادات معاملات، اخلاق، معاشرت کسب معاش کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اُصولوں پر گامزن رہے اس کے بتائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے، کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی ہوجائے تو استقامت نہیں رہتی ۔ سفیان بن عیینہ نے عرض کی حضور مجھے کوئی ایسا حکم فرمائیں جس پر عمل کرتا رہوں اور پھر کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے فرمایا،''قل امنت باللہ ثم استقم'' کہہ دو اللہ پر ایمان لایا اور اس پر پکے رہ جاؤ چونکہ استقامت بہت مشکل کام ہے اس لئے کہا گیا ہزار کرامت سے ایک استقامت بہتر ہے۔

حضور ﷺ کو استقامت کے درس سے مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ یہ عمل اختیار کریں ورنہ حضور ﷺ تو کامل اکمل مکمل انسان ہیں کسی معاملہ میں کجی کا شائبہ بھی نہیں۔ حضور ﷺ کے ذریعہ سے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ سرکشی سے بچیں اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہوں ورنہ انہیں آگ پکڑ لے گی اور پھر ان کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا حضور کے ذریعہ سے لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ دن کے دونوں کناروں، صبح وشام کو نماز قائم کریں ۔ فجر، ظہر، عصر کی پابندی کریں رات کے حصہ میں بھی یہ کام کریں۔ مغرب عشاء وتہجد کا ارشاد ملتا ہے فرمایا جارہا ہے نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اور آپ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو حکم دیا

گیا ہے مشکلات، مصائب، معاملات میں صبر سے کام لیں اور وہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پورے قرآن پاک میں اس آیہ سے زیادہ کوئی آیہ سخت نازل نہیں ہوئی، ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کی حضور داڑھی مبارک میں بال سفید آ گئے فرمایا مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے کہ قوموں کے عذاب کا ذکر ہے فرمایا نہیں اس وجہ نے کہ جس میں حکم ہے ''فاستقم کما امرت''

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾
فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ
وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾

صدق الله العظيم

اور آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱۱۵) ایسا کیوں نہ ہوا کہ اُن اُمتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں، ایسے لوگ عقلمند ہوتے جو زمین سے فساد کو روکتے مگر وہ بہت تھوڑے تھے جنہیں ہم نے نجات دی تھی اور ظالم لوگ عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے اور وہ مجرم تھے (۱۱٦) اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو برباد کر دے حالانکہ ان کے بسنے والے نیک ہوں (۱۱۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں صبح و شام اور رات کے حصوں میں نماز پڑھنے کا حکم تھا اس آیہ پاک میں صبر کا حکم دیا گیا ہے اس قرب و تعلق سے واضح ہو رہا ہے نماز اور صبر دین کے اہم ضابطے ہیں صبر کی تینوں قسمیں شامل ہیں۔ پہلی قسم ''صبر علی الطاعۃ'' ہے کہ اطاعت نیکی کمر بستہ ہو کر کی جائے، اچھا کام ہو تو اس پر ہمیشگی جاری رہے دکھ سکھ گرمی سردی بیماری صحت ہر حالت میں ادائیگی ہوتی رہے، نماز کے بعد فوراً صبر کے حکم میں یہ بھی اشارہ

ملتا ہے نماز کی باقاعدگی کیلئے بھی صبر اختیار کرنا ہوگا۔دوسری قسم'' صبر عن المعصیہ '' گناہ سے رُکنا کوئی دیکھنے والا نہیں مگر خدا کا ڈر اس قدر رہے کہ گناہ کی ہمت نہیں رہتی،صبر کی یہ قسم بھی بہت اہم ہے،صبر کی تیسری قسم''صبر علی المصیبۃ'' ہے مشکلات ومصائب آ جائیں تو حوصلہ ہمت صبر سے کام لیا جائے اور مصیبت وارد ہوتے ہی صبر اختیار ہوا گر بے صبری کی اور رودھو کر تھک ہار کر کہا کہ صبر کرتا ہوں تو اس پر صبر کا اجر نہیں ہوگا۔ ''الصبر عندالصدمة الاولیٰ ''صبر مصیبت کے شروع میں ہے،حضور ﷺ کو یہ خطاب اُمت کی تعلیم کیلئے ہے جیسے استقامت کیلئے نماز کا ارشاد ہے ایسے ہی استقامت کی دوسری شرط صبر ہے۔اللہ کا فضل تو ہمیشہ نیکوں پر رہا کہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔پہلے لوگوں نے جو عذاب پایا وہ ان کی اپنی حرکات کا نتیجہ تھا۔

اگر انہوں نے اللہ کا فضل دیکھا تھا تو تم سے پہلے زمانوں میں اطاعت والے کیوں نہ ہوئے کہ خود بھی باز رہے اور لوگوں کو بھی روکتے رہے،زمیں میں فساد نہ پھیلاتے مگر ہر دور میں تھوڑے ہی ایسے بندے تھے جو ہمارے انبیاء علیہم السلام کی غلامی میں شامل ہوئے اور ان کے اطاعت گزار بنے ان لوگوں کو ہم نے نعمتوں سے نوازا،عذاب سے بچایا وہ لوگ تھوڑے وقت میں برکتوں سے نعمتوں سے مالا مال ہوگئے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو نبی کے حکموں کے تابع بنالیا تھا،دنیوی عش وعشرت سے منہ موڑ لیا تھا مگر کفار اور گستاخ لوگ دنیا کے حریص بن گئے،نعمتوں پر شکر کی بجائے انہوں نے کفر کیا کچھ لوگ خود جرم کرنے کی بناء پر مار کھا گئے کچھ وہ تھے جو جرموں کو روکنے کی طاقت رکھتے تھے مگر نہ روکتے،کچھ وہ تھے جو جرموں کی حمایت وسرپرستی کرتے رہے۔یہ آیہ مبارکہ کفار کے عذاب کے بعد نتیجہ کے طور پر ہے کہ عذاب کا اصل سبب وہ لوگ خود ہی تھے کہ عیش وعشرت میں پھنس گئے اور عذاب کے مستحق ہوگئے اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ بستیوں کو برباد کردے جبکہ بستیوں کے اہل اچھے ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ
وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾
وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ
هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

صدق اللہ العظیم

اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا (یہ اس لئے نہیں) وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے (۱۱۸) مگر وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (محفوظ رہیں گے) اور اسی کیلئے انہیں پیدا فرمایا تیرے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنّوں اور انسانوں سے بھر دوں گا (۱۱۹) اور یہ سب کچھ جو ہم آپ پر بیان کرتے ہیں (انبیاء کے واقعات) اس لئے ہیں کہ آپ کے دل کو مضبوط کر دیں اور آیا ہے آپ کے پاس حق اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ایمان والوں کیلئے (۱۲۰)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں قوموں کے اختلافات اور الگ الگ ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس آیہ کریمہ میں قوموں کے الگ ہونے کے فلسفہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ ایک جماعت بنانا ہماری حکمت کے خلاف تھا، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے یا ایمان داروں سے خطاب ہے تمہیں معلوم ہے شروع سے ہی کفر و اسلام کا اختلاف چلا آ رہا ہے اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سب کچھ ایک حکمت کے تحت ہوتا آ رہا ہے حکمت یہ نہ تھی کہ سارے انسان ایک ہی جماعت بنے رہیں اور حق کی لذت ہی نہ آئے حکمت کچھ اور تھی قیامت تک لوگ اختلاف کرتے رہیں گے، ہاں وہ لوگ جن پر تیرے رب کا رحم ہوا وہ جھگڑوں سے بچے رہیں گے انہیں اندھیروں میں روشنیاں نمایاں ہوتی رہیں گی فرعون کیلئے موسیٰ، نمرود کیلئے خلیل اعلان حق کیلئے کام

کرتے رہیں گے۔اسی رحمت اور اختلاف کیلئے اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا کہ مومن رحمت الٰہیہ میں رہ کر ترقی کریں برکت سے نوازے جائیں اور کفار اختلاف میں اُلجھے رہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تیرے رب کا کلمہ پورا ہو چکا ہے کہ جہنم کو کافر جنوں اور کافر انسانوں سے بھر دوں گا۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب !انبیاء علیہم السلام کے تمام واقعات ہم آپ کے سامنے کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں تا کہ آپ کے غمگین دل کو تسلی ہو جائے اور اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں گے۔اے محبوب سورۂ ہود میں سچے واقعات نصیحتیں اور عبرت کے تذکرے صرف مومنوں کے لیے ہیں کہ نصیحت یہی حاصل کرتے ہیں آیہ کریمہ میں واضح فرمایا گیا ہے اگر اللہ چاہتا تو سبھی کو ایک ہی امت بنا دیتا کسی کو اللہ کے خلاف کوئی کام کرنے کوئی بات کہنے کی جرات ہی نہ ہوتی مگر یہ فیصلہ نہ کیا تا کہ انسان اپنی مرضی سے دونوں راہوں میں سے کوئی اختیار کرے اور اسکی آزادی بھی سلب نہ ہو قیامت کو یہ نہ کہہ سکے میں تو محض مجبور تھا کیا کرتا۔انہیں نظریات کے اختلاف کے سبب کچھ لوگ جنت میں جائیں گے اور کچھ جہنم میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کرنے کی وجہ بھی فرما دی گئی کہ حضور ﷺ مطمئن ہوں اور ایمان دار نصیحت حاصل کریں آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے حضور ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات بتا دیے گئے سنا دیے گئے ایمانداروں کو تو صرف انہیں انبیاء کا پتہ چلا جن کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرما یا دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۟ۙ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۟ وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۟

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) کفار سے کہہ دیجیے تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنے کام کرتے ہیں (۱۲۱) اور انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں (۱۲۲) اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے غیب ہیں اور اسی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں (۱۲۳)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا اے محبوب کریم آپ سبھی کفار مکہ سے کہدیں اے کفار تم اپنی جگہ پر سرکشی کیے جاؤ اور ہم مسلمان اپنے حال پر اپنے دین پر اعمال کیے جاتے ہیں ہم اپنے موقف کے پکے لوگ ہیں تمہاری خباثتوں کی پرواہ نہیں نہ ہم تمہاری گستاخیوں سے غمگین ہیں ہمارے رب قدوس نے ہمیں پہلے واقعات حالات سے اطلاع فرما کر دلوں کو مطمئن کر دیا ہے اب تو صرف یہ بات ہے تم اپنے شیطانی وعدوں کا انتظار کرو ہم اپنے رحمانی وعدوں کا انتظار کرنے والے ہیں ہم مسلمان اپنے رب قدوس کی رحمت پر آس لگائے بیٹھے ہیں یا یہ معنی ہے تم اس عذاب کا انتظار کرو جسے جھٹلا رہے ہو اور ہم بھی اس عذاب کے دنیا میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ تم جنگ میں مارے جاؤ گے یا قید میں عذاب میں مبتلا یا حشر کے دن عذاب میں ہو گے اسی شہر مکہ میں تم رسوا ہو گے ذلت وخواری میں پھنس جاؤ گے اور تمہارے جھوٹے معبود سڑکوں پر ٹوٹے پھوٹے ہوں گے۔

ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کا یہ کلام شعیب علیہ السلام کی طرح ہے کہ اے کفار تم جس قدر تکلیف دینا چاہتے ہو دے لو تم شرارتوں پر ڈٹے رہو ہم صبر پر ثابت قدم ہیں اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے وہ

تمام آسمانوں زمین کے چھپے معاملات جانتا ہے جب وہ سب کچھ جانتا ہے تو اپنے بندوں کے اعمال سے بے خبر کیسے ہوسکتا ہے اللہ ہی کیطرف سارے حالات لوٹتے ہیں لوٹائے جائیں گے اے محبوب کریم آپ انکی سازشوں کی پرواہ نہ کریں۔

آپ اپنے رب پر بھروسہ کیجیے آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں فرمایا جارہا ہے محبوب اللہ کی یاد میں اسکی عبادت میں بہرحال سرگرم رہیں اسی پر توکل وبھروسہ رکھیں آپ کا رب آپ کے ماننے والوں اور آپ مخالفین کے سارے اعمال کو جانتا ہے آپ پریشان نہ ہوں کامیابی آپ کے قدم چومے گی کوئی اندھیری، طوفان اسلام کے روشن چراغ کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

الحمدللہ سورۃ ہود شریف 16 اکتوبر 2009ء
کو بوقت سحری مکمل ہوئی۔ وللہ الحمد

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۂ یوسف

سورۃ یوسف مکیہ ہے اسکی ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں اس سورۃ پاک کے کئی نام ہیں مگر متعارف نام یہی ہے قرآن مقدس میں اسی نام سے متعارف ہے دوسرے ناموں میں یہ نام زیادہ نمایاں ہیں سورۃ عبرت ، سورۃ وعید، سورۃ احسن ، سورۃ معرفت ، سورۃ روح وغیرہ ۔اس سورۃ پاک کے اُترنے کا سبب واقعہ تفسیر مظہری میں اس طرح درج ہے یہود نے کفار مکہ سے کہا محمد کی تعلیمات سے بچنے کا طریقہ یہ ہے ان سے بطور امتحان پوچھو کہ بنی اسرائیل مصر میں کس طرح پہنچے غلط بتائیں گے تو ابھی پتہ چل جائے گا کسی یہودی سے پوچھیں گے تو اپنی حقیقت کھل جائے گی مکی دور کے آخری دن تھے تو یہ سورت پاک نازل ہوگئی حضور ﷺ کو نہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش آئی نہ کہیں جانا پڑا اس سورۃ شریف کے نازل کرنے میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے محبوب کریم جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کی عظمت کو ماننا پڑا تھا بالاخر کفار مکہ بھی آپ کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے اور آپ کے دامن رحمت میں وابستہ ہونے میں نجات سمجھیں گے قرآن مقدس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بہت سے واقعات کو ذکر فرمایا ہے مگر سبھی کے سبھی مختصر فرمائے مگر یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو خاص تفصیل سے بیان فرمایا اور یہی ایک واقعہ ہے جسے قرآن مقدس نے احسن القصص کے نام سے ذکر فرمایا۔

اس واقعہ میں انسانی زندگی گزارنے مشکلات ومصائب کو عبور کرنے تکالیف پر حوصلہ وہمت سے صبر کرنے اللہ کی رضا پر راضی رہنے کے واضح اصول ونشانات فرمائے گئے ہیں یہ ہی درس دیا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت کو حاسدین کے حسد کو برداشت کرنے کے لیے کس قدر حوصلے کی ضرورت ہے ۔والد گرامی کی محبت بھری نگاہ میں پلنے ابھرنے کے بعد مشکلات ومصائب میں مبتلا ہونے کے بعد کس قدر رضاء خداوندی کو محفوظ رکھا گیا ہے اس عظیم واقعہ میں کس قدر حیرت ہے کہ ایک جلیل القدر بندہ دشوار گذار گھاٹیوں ہلاکت

انگیز گردابوں، مشکلات ومصائب کے طوفانوں سے ٹکراتا ہوا گناہوں کی وادی کو روندتا ہوا شیطانی دریا کی لہروں سے اپنے دامن کو بچاتا ہوا کس طرح قرب حضوری کے ساحل تک بڑھتا چلا آتا ہے۔

قرآن مقدس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی بلند ہمتی پاکدامنی عفت وپارسائی معصومیت کے نکھار کو حسین انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ بزرگوں نے اس سورت کے کئی فوائد بیان کیے ہیں روزانہ تلاوت کرنے والے پر جان کنی کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے، پڑھنے والا حاسدین کے حسد سے بچ جاتا ہے، اسکی تلاوت سے پریشانی دور ہوتی ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ یوسف — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

صدق اللہ العظیم

الف لام را یہ آیات ہیں روشن کتاب کی (۱) بیشک ہم نے عربی قرآن اُتارا تاکہ تم سمجھو (۲) ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ پر اُتارا اگرچہ آپ کو اس سے پہلے خبر نہ تھی (۳) یاد کرو جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کہا اے میرے والد میں نے گیارہ ستارے اور سورج چاند اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھے (۴) (یعقوب نے) کہا اے میرے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی بہانہ بنائیں گے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے (۵)

تفسیر

الف، لام، را۔ یہ حروف مقطعات ہیں ان کی تفصیل پارہ اول، الم لام میم کی تشریح میں بیان کر دی گئی ہے مفسرین نے کئی معنی کئے مگر صحیح صورت حال یہی ہے کہ ان کے معانی خدا اور مصطفیٰ کے درمیان راز ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے کسی کو بتائے ہی نہیں، جن کا مطالبہ کفار مکہ نے یہود کے اُکسانے پر کیا یہ نشانیاں ہیں کتاب لوح محفوظ کی یا قرآن مقدس کی۔ ہم نے قرآن پاک کو عربی بنا کر لوح محفوظ سے نازل کیا تاکہ کفار مکہ تم سمجھ لو کہ اس نبی اُمی نے تمہارے مطالبے کو کس قدر جلدی پورا کر دیا ہے تمہارے جواب کیلئے ہمارے رسول کو نہ کہیں، جانا پڑا نہ کسی سے سوال کرنا پڑا ہم نے قرآن اُتار کر سب کچھ لکھا پڑھا دیا، عربی میں اُتارا تاکہ تم عربی زبان سے واقف اچھی طرح سمجھ لو کہ قرآن وہ جامع، فصیح، بلیغ اعلیٰ عمدہ کتاب ہے جس کے سامنے تم سارے کے سارے گُنگ ہو۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے نبی کریم ہم آپ کے سامنے ایسے قصے بیان کرتے ہیں جو تمام فصاحت و بلاغت کی کہانیوں سے بلند و بالا و برتر ہیں اس واقعہ کو احسن القصص فرمایا گیا کہ واقعات میں صرف دلچسپی ہوتی ہے اس میں صرف دلچسپی نہیں بے شمار حکمتیں ہیں، راز ہیں نکات ہیں انسانی زندگی کے ہر مرحلہ پر یہ قصہ دلیل راہنما حجت ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعہ اس لئے بھی احسن القصص ہے کہ اس میں سچ ہی سچ ہے، بناوٹ کو قطعی کوئی دخل نہیں اس میں اصلیّت ہی اصلیت ہے جس میں حقیقت ہی حقیقت ہوتی ہے اس میں کوئی عارضی صورت نہیں۔ اے محبوب ! ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا اگرچہ آپ پہلے بھولنے والوں میں سے تھے۔ غافلین سے مراد بے علمی نہیں صرف نسیان ہوا تھا جسے وحی کے ذریعے دور کر دیا گیا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے کہا، ابا جان میں نے خواب میں گیارہ ستارے ایک چاند ایک سورج کو دیکھا ہے وہ مجھ کو جھک کر سجدہ کر رہے ہیں آپ نے خواب ماہ رمضان میں شب قدر سے پہلی رات دیکھی۔

امام غزالی فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دن کو اس وقت دیکھی جب اپنے والد کی گود میں سو رہے تھے، اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر ۷ سال تھی بعض نے زیادہ کہی اس خواب کی تعبیر مصر میں چالیس سال بعد پوری ہوئی۔ تفسیر صاوی نے بتایا، یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو پینتالیس (۱۴۵) سال تھی سارے ستارے چاند سورج سجدہ میں گرے۔

خواب سُن کر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹے یہ خواب کسی کو بتانا نہیں آپ نے اپنے علم نبوت سے خواب کی تعبیر جان لی کہ اللہ یوسف علیہ السلام کو عزت دو مرتبہ دے گا آپ کو نبوت، رسالت، بادشاہت ایسے انعامات نصیب ہوں گے خواب کو بھائیوں پر واضح کرنے سے روکا کہ وہ بھائی یوسف سے حسد کریں گے یہ صرف خواب ہی نہ تھی اسرار الٰہیہ کی وحی ہے جس کا ظاہر کرنا گناہ ہے۔ روکنے کی وجہ قرآن مقدس نے بیان فرمادی ہے کہ وہ تیرے خلاف حیلہ بہانہ بنائیں گے یہ سوتیلے بھائی تھے جن کو خواب بیان کرنے سے روکدیا گیا تھا کہ وہ کوئی سازش کریں، شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

مومن کیلئے سچی خوابوں کو نبوت کا ایک جز فرمایا گیا ہے، غلام احمد قادیانی کو اس حدیث سے سخت دھوکا لگا کہ سچی خواب نبوت کا جز ہے تو پھر حضور کے بعد بھی نبوت جاری ہے یہ جاہلانہ استدلال ہے کہ جہاں جز ہوگا وہاں کل ہوگا کسی جگہ انسانی بال پڑا ہو تو کہا جائے یہاں بال والا آدمی بھی موجود ہے، کسی مشین کا پرزہ پڑا ہو تو کہدیا جائے وہاں پر پوری کی پوری مشین موجود ہے، ایسا استدلال کرنے والے کو بچہ بچہ کہے گا یہ جھوٹا ہے یہ جاہل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سچی خواب کبھی کسی فاسق فاجر کو بھی آسکتی ہے یوسف علیہ السلام کے جیل کے دو ساتھیوں کی خوابیں آئیں۔ مصر کے بادشاہ کو خواب آئی ان کی خوابیں سچی ثابت ہوئیں حالانکہ یہ مسلمان نہ تھے کسریٰ نے حضور ﷺ کی بعثت کے متعلق خواب دیکھی تھی جو سچی ثابت ہوئی۔ حضور ﷺ کی پھوپھی عاتکہ نے حضور کے بارہ میں سچی خواب دیکھی حالانکہ مسلمان نہ تھیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ
مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا
عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦﴾
لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ
لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿٧﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ
اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ
اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨﴾

صدق اللہ العظیم

اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی بیشک تیرا رب علم و حکمت والا ہے(۶) بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۷) جب انہوں نے کہا ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے باپ ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں(۸)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ذکر تھا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی کو اپنی خواب کا ذکر کیا والد گرامی نے اس خواب کو بھائیوں کو بیان کرنے سے روک دیا۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے اے بیٹے جیسے اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے بھائیوں میں سے چُن لیا ہے عزت دی ہے اسی طرح آئندہ بھی پسند فرمائے گا آج آپ نے جس خواب کو دیکھا ہے یہی خواب کل کو حقیقت بن کر واضح ہو جائے گی تجھے خوابوں کی تعبیریں بھی بتائے گا۔ مختلف انبیاء علیہم السلام کو مختلف علوم سے نوازا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو علم مناظرہ سکھایا گیا، داؤد علیہ السلام کو حکمت سکھائی گئی، سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں، موسیٰ علیہ السلام کو مناجات کا علم دیا گیا، یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر سکھایا گیا ہمارے نبی کریم ﷺ کو تمام علوم سکھا دیئے گئے

''وعلمک مالم تکن تعلم'' اے محبوب ہر وہ شی جسے آپ نہ جانتے تھے اللہ نے آپ کو سکھادی۔

اے بیٹے یعقوب اللہ تعالی تجھے زمانہ قریب میں اپنی نعمت نبوت سے سرفراز فرمائے گا یہ انعام اس لیے کہ اے یوسف جس طرح اللہ نے تیرے اباؤاجداد پر نعمت مکمل فرمائی ابراہیم کو خلیل بنایا، نمرود سے بچایا آگ کو گلزار کیا، اسماعیل کو ذبح سے محفوظ کیا انکی اولاد میں بہتوں کو نبی رسول بنایا تیرا رب جاننے والا ہے حکیم ہے وہ جانتا ہے کے کیا دینا ہے حکمت والا ہے مفسرین نے نعمت کی تکمیل کے بارہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر نعمت اخروی درجات کا سبب بنے آل یعقوب سے مراد انکی نرینہ اولاد ہے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ آل سے تمام انبیاء بنی اسرائیل ہیں اللہ تعالی کی طرف سے انعامات کی دولت مخلوق کو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ملتے ہیں آیہ مبارکہ میں اتمام نعمت سے مراد نبوت ہی ہے۔ کہ نبوت سے اونچا کوئی مقام نہیں انسان پر اتمام نعمت یہی ہے کہ اسکو نبوت تک پہنچادیا جائے آل یعقوب سے مراد صرف یعقوب علیہ السلام کے بیٹے نہیں بلکہ آئندہ نسل میں انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا بیشک یوسف اوران کے بھائیوں کے اس قصے میں عبرت کی نشانیاں ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے خواب کو والد نے بیان کرنے سے روکا واقعہ یہ ہوا گھر کی کسی عورت نے شام کو یہ خواب بھائیوں کو سنادی امام غزالی فرماتے ہیں یہ راز خالہ نے ظاہر کیا کہ بیٹو جماعت تم ہو یعقوب علیہ السلام کو محبت یوسف سے زیادہ ہے بھائیوں کو اس خواب سے صدمہ پہنچا کہ محنت کام کرنیوالے وہ ہیں محبت یوسف سے زیادہ ہے بیٹوں نے کہا ہمارا باپ یوسف کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے ''ضـلـٰل'' سے مراد عقیدہ کی گمراہی نہیں بلکہ دنیا کے معاملات میں راہ اعتدال سے انحراف ہے بیٹوں کا خیال تھا کہ یوسف سے ترجیحی سلوک اچھا نہیں اس سلسلہ میں ہمارا باپ یوسف کی محبت میں گم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

صدق اللہ العظیم

یوسف کو قتل کردو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا (۹) ان میں سے ایک کہنے والا بولا کہ یوسف کو مارو نہیں بلکہ اسے اندھیرے کنوئیں میں ڈالدو کوئی مسافر اسے لیجائے اگر کرنا ہے (تو ایسا کرو) (۱۰) (بیٹوں نے کہا) اے ہمارے بابا آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے بارہ میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں (۱۱)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا آپ کے بارہ میں زبانی تذکرہ تھا کہ یوسف کو بابا جان بہت پیارا جانتے اور ہماری پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ہم کام کاج کرنیوالے ہیں اور جماعت ہیں اس آیہ پاک میں بھائیوں کے عملی اقدام کا ذکر ہے بھائیوں نے یہ تدبیر سوچی کہ یوسف کو یا تو قتل کر دیا کسی ویرانے میں پھینک آؤ پھر تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہوگی پھر اس گناہ سے توبہ کر کے نیکوں میں شامل ہو جانا یا معنی یہ ہوگا کہ پھر اپنے والد کی خدمت کر کے ان کا قرب حاصل کر لینا پھر وہ یوسف کو بھول جائیں گے اور تمہیں محبوب جانیں گے۔ یہ بات شیطان نے سکھائی وہ بوڑھے کی شکل میں آیا اور یہ تدبیر سکھائی کہ یوسف کو قتل کردو یا کسی ویرانے میں پھینک آؤ کہ درندے کھا جائیں بھائیوں میں سے ایک بھائی نے کہا کہ قتل نہ کرو اور کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو کوئی مسافر لیجائے گا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تجویز دینے والا یہودا تھا، بعض نے کہا یہ روبیل تھا، اس میں قتل کے گناہ سے بچنے کا تصور ملتا ہے مگر

جنگل میں چھوڑنا یا کنویں میں ڈالنا یہ بھی قتل ہی کے مترادف ہے، رائے دینے والے نے کہا کہ مقصد تو یہ ہے کہ یوسف والد کی نظروں سے اوجھل ہو جائے تو یہ کام بھی کافی ہے کہ گہرے اندھیرے کنویں میں ڈال دیا جائے کنوئیں میں ڈالنے سے ایک مقصد یہ تھا کہ کوئی درندہ نہ کھا جائے، دوسرا مقصد یہ تھا کہ کنواں گہرا ہوگا تو یوسف نکل نہ سکے گا، تیسری بات یہ تھی کہ یہ کنواں آباد ہو کوئی مسافر آنے جانے والا نکال لے اس مشورے کو سب بھائیوں نے منظور کر لیا۔

محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ راوی فرماتے ہیں بھائیوں کی اس سکیم میں کئی جرم ہیں بغیر جرم کے یوسف سے ناروا سلوک، والد گرامی سے جھوٹ بولنا، یوسف علیہ السلام یعقوب کی امانت ہیں اس میں خیانت، چھوٹے بھائی سے بے مروتی، یہ ساری باتیں گناہ ہیں جو بتاتی ہیں یوسف علیہ السلام کے یہ بھائی نبی نہ تھے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور یہ گناہ عصمت کے خلاف ہیں۔

یہ کنواں اُردن میں تھا یا بیت المقدس میں یا کنعان سے دس کلومیٹر دور تھا ایک دن یہ مشورہ ہوا تو دوسرے دن اپنے والد گرامی کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی ابا جان ہم چاہتے ہیں سب بھائی باہر جائیں زمینوں کے چکر لگائیں آپ یوسف کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، یہ بھی رونق دیکھے۔ یقوب علیہ السلام نے فرمایا تم جاؤ، یوسف اور بنیامین نہیں جا سکتے، بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا موسم بہت اچھا ہے بہار ہے رونق ہے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں بھائیوں کی محبت بھری باتوں پر یوسف علیہ السلام بھی تیار ہو گئے اور والد گرامی سے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی، ابھی یعقوب علیہ السلام نے جواب نہیں دیا، بھائیوں نے کہا ابا جان آپ ہمارے والد گرامی ہیں ہم آپ کے بچے ہیں یوسف کے بارہ میں آپ ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے، آپ یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیج دیں، آزمالیں ہم بہر حال یوسف کے خیر خواہ ہیں اس سے مخلص ہیں، بیٹوں کے اس اِصرار سے معلوم ہوتا ہے پہلے بھی کبھی کوئی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس مرتبہ بہت اصرار پیار اور محبت سے یوسف کو مانگا جا رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ
تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ
وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ
الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ
غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

صدق الله العظیم

(بیٹوں نے کہا) کل اِسے (یوسف کو) ہمارے ساتھ بھیج دیجئے پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں (۱۲) کہا (یعقوب علیہ السلام نے) بیشک (یہ بات) مجھے غمگین کرے گی کہ تم اسے لے جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھالے اور تم بے خبر رہو (۱۳) سب (بیٹوں نے) کہا اگر اُسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم مضبوط جماعت ہیں (اس صورت میں) تو ہم یقیناً خسارے میں ہوں گے (۱۴) پھر جب اُسے لے گئے اور اسی پر متفق ہو گئے کہ اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے عین اسی وقت یوسف کو وحی کی (گبھراؤ نہیں) تم ضرور انہیں اس فعل پر آگاہ کروگے اور وہ تیرے مقام عالی کو نہیں سمجھتے (۱۵)

تفسیر

بیٹوں نے یعقوب علیہ السلام سے کہا ابا جان یوسف کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے وہ جنگل میں چہل پہل کرے گا پھل کھائے گا، خوش وخرم رہے گا آب وہوا اور ماحول سے فائدہ اٹھائے گا آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں ہم مکمل طور پر اس کی نگرانی کریں گے ہم تو ابھی سے ہی چھوٹے بھائی کے محافظ ہیں وہاں بھی محافظ ہوں گے۔ اس گفتگو میں یوسف علیہا السلام تو خاموش رہے آپ نے جانے یا نہ جانے کا ذکر نہ فرمایا، آپ

اپنے والد سے جدائی کا ایک صدمہ ضرور محسوس فرما رہے تھے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹو! مجھے یہ بات سخت غمگین کرے گی کہ تم اسے میرے پاس سے لے جاؤ، بیٹوں نے جب کنوئیں میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ واپس آ کر والد گرامی سے کہیں گے بھیڑیا کھا گیا، چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے معلوم کر لیا تھا یہ آ کر کیا کہیں گے تو فرمایا مجھے ڈر لگتا ہے کہ اسے بھیڑیا کھالے گا اور تم اس سے غافل رہو۔

یعقوب علیہ السلام نے خداداد علم سے جانتے ہوئے بھی بیٹوں سے سخت لہجہ اختیار نہیں کیا یہ مقام نبوت کی شفقت ہے کہ بیٹوں کو صرف غافل فرمایا اس کے کئی معنی ہیں بیٹو! تم اس کے انجام سے غافل ہو، اس کی جزا سزا سے غافل ہو تم یوسف کی نیک بختی سے غافل ہو، تم اس سے غافل ہو کہ یوسف رُسوا نہیں ہوگا تم اس کے بلند و بالا مقام سے غافل ہو کہ اِسے کیا برکتیں نصیب ہوں گی، تم اس سے غافل ہو کہ یہ تمہارے ساتھ کیا حسن سلوک کرے گا۔ شاید یعقوب علیہ السلام نے کچھ اور بھی فرمانا تھا تو بیٹے بات کو کاٹتے ہوئے کہتے ہیں ابا جان! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے بھیڑیا کھالے اور ہم تو ایک مضبوط جماعت ہیں اگر ایسا ہوا تو ہم تو پھر بے کار ہوئے کہ یوسف کی حفاظت نہ کر سکے۔ ہم شیروں سے لڑ جانے والے یوسف کی حفاظت نہ کر سکیں گے ہماری عمر کا تجربہ ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے اصرار اور درخواست پر یوسف علیہ السلام کو تیار کر کے ساتھ بھیج دیا اور یوسف کو بھائیوں کے ساتھ چھوڑنے کچھ دور والد بھی آئے، کچھ دور تک بیٹوں نے یوسف کو لیجانے میں پیار کی حد کر دی، یعقوب علیہ السلام بیٹے کے فراق پر آہیں بھرتے واپس آ گئے اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر کے بارہ میں اختلاف ہے چھ یا سات سال کی عمر ہے۔

سب بیٹے یوسف علیہ السلام کو مقام سکم پر لے گئے پھر وہاں سے والتن جنگل میں چلے گئے وہاں ایک کنواں تھا یہ کنواں کنعان سے چھ سات میل کے فاصلے پر تھا، یعقوب علیہ السلام گھر تشریف لائے تو بہن زینب رو رہی تھیں، والدہ غمزدہ تھیں حالات کو دیکھ کر یعقوب علیہ السلام بھی روئے اور پھر یہ رونا ایسا تھا

جو چالیس سال تک رہا۔ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے بے مروتی، بے دردی کا مظاہرہ کیا جب متفق ہو کر کنوئیں میں ڈالنے لگے تو یوسف علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے بتایا گیا، پریشان نہ ہو تو انہیں بتائے گا جو کچھ کر رہے ہیں اور وہ تیرے مقام سے بے خبر ہیں۔ یوسف! تیرے ہی بھائی ایک دن تیرے پاس سائل کی حیثیت سے آئیں گے، اور تو انہیں اس واقعہ سے آگاہ کرے گا وہ تیرے بلند و بالا مقام سے آشنا نہیں یہ باتیں یوسف علیہ السلام کو بذریعہ الہام بتائی گئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَجَآءُوٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے (۱۶) انہوں نے کہا اے ابا ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا تھا پس اُسے بھیڑیے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں (۱۷) اور وہ اس قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے (یعقوب نے) کہا یہ تمہارے دل نے ایک بات بنائی ہے اب صبر جمیل ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے (۱۸) اور ایک قافلہ آیا انہوں نے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکایا اس نے کہا مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں

نے یوسف کو مال تجارت بنا کر چھپا لیا اور اللہ
ان کے کاموں کو خوب جانتا ہے(۱۹)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کو والد گرامی سے لے جانے اور کنوئیں میں ڈالنے کا ذکر تھا۔ان آیات مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالنے کا ذکر ہے۔ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو ہاتھ باندھ کر کنوئیں میں ڈال دیا جناب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور ہاتھ کھول دیئے۔یوسف علیہ السلام کے گلے میں ایک تعویذ تھا جو والد گرامی نے کچھ دن پہلے پہنایا تھا اس تعویذ میں جنت سے لائی گئی وہ قمیص تھی جو نار نمرود میں جاتے جبریل علیہ السلام نے ابراہیم کو پہنائی تھی وہ قمیص حضرت اسحاق کے ذریعہ سے یعقوب علیہ السلام کے پاس آئی اور آپ نے تعویذ میں ڈال کر یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی، جبریل علیہ السلام نے قمیص تعویذ سے نکال کر یوسف علیہ السلام کو پہنا دی اس سے سارے کوئیں میں روشنی ہوگئی بھائی اپنے کام سے فارغ ہوکر رات کو اپنے والد کے پاس روتے ہوئے آئے،رات کے وقت غالبا اس لئے آئے کہیں دن کو والد گرامی تلاش میں نہ نکل پڑیں۔

روتے ہوئے آئے جناب یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں کیا بکریوں کا نقصان ہوگیا ہے تو مصنوعی رونے کے ساتھ ایک نے کہا یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا ہے جونہی جناب یعقوب علیہ السلام نے یہ خبر سنی تو بڑے تحمل سے ٹھنڈی سانس لی اور اپنے بیٹوں کے چہروں کو بغور دیکھنا شروع کیا بیٹے سمجھے شائد ہمارے بناوٹی رونے میں کوئی کمی رہ گئی ہے کہ والد بغور دیکھ رہے ہیں تو فورا یوسف علیہ السلام کی وہ قمیص پیش کردی جس پر جھوٹا خون لگایا ہوا تھا، جھوٹا اس معنی میں تھا کہ وہ خون بکری کا تھا یوسف علیہ السلام کا نہ تھا یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو دیکھا تو مزید روئے اور فرمایا بیٹو تمہارے نفس امارہ نے تمہیں دھوکا دیا اور یہ کام تمہارے لئے مزیّن کر دیا تمہارا یہ رونا دھاڑنا سب فریب ہے بھلا ایسا بھی کوئی بھیڑیا ہے جو جسم تو کھا

جائے گوشت ہڈی پسلی تو ختم کر دے مگر قمیص نہ پھٹے، بیٹو تم نے جو کچھ کرنا تھا کرلیا، اب میرے لئے یہی ہے کہ میں صبر جمیل کروں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عبادت سے بڑھ کر ثواب صبر پر ہے آپ یوسف علیہ السلام کے غم میں نڈھال ہو گئے بیٹوں نے سمجھا ابا انتقال کر گئے شرمسار ہوئے بیٹے روزانہ کنوئیں پر آتے پتہ لگاتے کہ کسی نے یوسف کو نکالا تو نہیں، مسلسل چار دن تک یہ نگرانی رہی، چوتھے دن بیٹوں نے دیکھا ایک قافلہ شام سے مصر کو جا رہا ہے وہ کنوئیں کے قریب ٹھہرا قافلہ والوں نے پانی لینے کیلئے اپنے خادم کو کنوئیں کی طرف بھیجا اس کنوئیں کا مقدر یہ تھا کہ مسلسل تین دن اس میں جنت کے غلمان ذکرِ الٰہی کرتے رہے، یوسف علیہ السلام کو اس سرور میں نہ بھوک لگی نہ پیاس محسوس ہوئی۔

خادم نے ڈول لٹکایا تو یوسف علیہ السلام سمجھے شاید بھائیوں نے نکالنے کیلئے ڈول لٹکایا ہے آپ اس ڈول میں بیٹھ گئے خادم نے حسن یوسف دیکھا تو پکارا قافلہ والو خوشخبری ہو، پانی کی بجائے غلام ملا ہے قافلے کے سردار مالک بن زعران عرصہ پہلے خواب آئی تھی کہ اُسے غلام ملا ہے اسی وقت اس نے فیصلہ کیا تھا کہ غلام ملا تو آزاد کر دوں گا، جب قافلہ والوں نے یوسف کو دیکھا تو جھرمٹ لگ گیا بھائی تلاش میں تھے کہ کیا بنتا ہے؟ سارے بھائی اکٹھے ہو کر قافلہ والوں کے پاس آئے اور کہا یہ ہمارا غلام ہے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کہا تم کہہ دو میں ان کا غلام ہوں ورنہ ان سے لے کر قتل کر دیں گے، یوسف علیہ السلام نے ڈرتے ہوئے کہہ دیا میں غلام ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ
وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ
الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ
اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ
نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۚ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ
فِى الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ
الْاَحَادِيْثِ ۚ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور اُنہوں نے یوسف (علیہ السلام) کو حقیر سی قیمت پر چند درہموں کے عوض بیچ دیا اور وہ پہلے ہی اس میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے (۲۰) یوسف (علیہ السلام) کے مصری خریدار نے اپنی بیوی سے کہا اسے عزت واحترام سے ٹھہراؤ شاید ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور اس طرح ہم نے (اپنی حکمت سے) یوسف کو مصر کی سرزمین میں قرار بخشا تا کہ ہم اُسے خوابوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (۲۱) اور جب وہ (یوسف) اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُنہیں نبوت عطا فرمائی علم دیا اور ایسے ہی ہم اچھے کام کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں (۲۲)

تفسیر

قافلے کے سردار نے اور اُس کے نوکروں نے تو یوسف کو چھپا لیا کہ کوئی اور یوسف کے حصہ دار بننے کا دعویٰ نہ کردے مگر بھائی دوڑے آئے اور کہا ہمارا غلام ہے واپس کرو اگر خریدنا چاہتے ہو تو خریدو، چنانچہ بھائیوں نے بالکل گھٹیا قیمت پر یوسف کو بیچ دیا یا چند سکوں میں جو چالیس سے کم تھے بعض نے کہا بیس سکے تھے بعض نے کہا چودہ تھے بعض نے کہا دس تھے۔ بھائی یوسف کے بارہ میں بے رغبت تھے قافلے والوں نے بھائیوں سے دستاویز لکھوالی کہ تم پھر دعویٰ نہ کرسکو بھائیوں نے دستاویز لکھ دی اور کہا اس بھگوڑے غلام کا خیال رکھنا

کہیں بھاگ نہ جائے، عصر کے وقت یہ قافلہ چل پڑا راستہ میں والدہ کی قبر سے گزرے تو یوسف علیہ السلام غم سے نڈھال تھے ماں کی یاد میں آنسو بہائے روئے اور اپنا درد کہا جو کچھ آپ پر گزری وہ سنائی قبر سے آواز آئی ''یا قرۃ عینائی اصبرو و صبر ک علی اللہ'' اے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک صبر کر تیرا صبر اللہ پر ہے۔

قافلہ پھر چلا، ملیح غلام نے آپ کو مارا اور گھسیٹا تھا راستہ میں ہی ایک سیاہ بادل آیا جس سے بڑے بڑے اولے گرنے شروع ہوئے اور قافلے والے لوگ زخمی ہوئے قافلہ کے سردار نے کہا یہ عذاب ہے کسی سے گناہ ہوا ہے تو توبہ کرو ملیح نے کہا مجھ سے گناہ ہوا ہے میں نے یوسف کو مارا ہے دعا کی اللہ مجھے معاف کر دے، دعا کرنا تھی ژالہ باری بند ہوگئی دن چڑھ گیا یوسف علیہ السلام کو لباس پہنایا گیا کہ پہنچنا تھا قافلہ بھستان شہر میں پہنچا یہ شہر مصر کی شاہراہ پر ہے جب لوگوں نے قافلہ میں اونٹ پر سوار یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حسن یوسفی سے حیران رہ گئے تین دن تک قافلہ یہاں رہا پھر یہاں سے چل کر دوسرے شہر تابلستان میں پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے متأثر ہوکر چار ہزار بندوں نے اسلام قبول کیا اس شہر میں بھی قافلہ تین دن ٹھہرا، پھر آگے قدس شہر میں گیا، تفسیر بحستانی میں ہے اس شہر کے امیر کو خواب میں بتایا گیا تیرے شہر میں ایک عظیم انسان آرہا ہے اس کا استقبال کر، قافلہ یہاں پہنچا تو اس نے استقبال کیا دعوت کی عزت افزائی کی، قافلے کا سردار مالک بن زعران حیران ہوا ایسی عزت افزائی پہلے کبھی نہیں ہوئی۔

امیر نے یوسف علیہ السلام سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا وہی ہوں جس کیلئے آپ کو استقبال کا کہا گیا ہے اس نے کہا مجھے کوئی نصیحت کریں، یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم بھی مسلمان ہو جاؤ اور بت خانے توڑ دو، چنانچہ شہر کا امیر مسلمان ہوا یوسف علیہ السلام کا صحابی بنا، یوسف علیہ السلام جب اس امیر کے گھر گئے تو اس کا بڑا بت گر گیا یہ عظیم واقعہ کو دیکھ کر بھی قافلہ والوں کو سمجھ نہ آئی، تین دن بعد قافلہ پھر آگے چلا اور شہر عسقلان مین پہنچا یہ قافلہ تین دن تک اس شہر میں رہا، عسقلان کے بادشاہ کو پتہ چلا کہ کوئی حسین ترین غلام

ہے جو مصر جا رہا ہے دیکھنے آیا اور حسن یوسف کی تاب نہ لا سکا، بے ہوش ہو گیا پھر یہ قافلہ شہر عریش پہنچا وہاں دو دن رہا مصر میں پہلے ہی خبر ہو چکی تھی یوسف علیہ السلام کو حسین لباس پہنایا گیا کہ سودا ہونا ہے، سودا یوسف علیہ السلام کا ہونا ہے اور قسمت مالک کی کھلی ہے۔ حسن یوسفی کی زیارت کیلئے عظیم جمگھٹا ہے کسی نے مشورہ دیا رش ختم کرنے کیلئے فی کس ایک دینار وصول کرنا شروع کر دو، اس تجویز پر ہزاروں دینا اکٹھے ہو گئے۔

یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والے کئی قسم کے تھے کچھ وہ جو دیکھ کر مست ہیں، کچھ وہ جو بے ہوش ہیں کچھ حیرت زدہ ہیں۔ انہیں دِنوں عزیز قطفور نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ دل چاہتا ہے میں اس غلام کو خرید لوں، عزیز مصر نے خریدنے کیلئے خزانے کا منہ کھول دیا، مالک زعر نے خزانہ دیکھا تو ششدر رہ گیا کہ غلام کی قیمت بڑی لگ گئی ہے مالک بن زعر نے یوسف سے کہا تو سچ بتا تو ہے کون؟ فرمایا میں یوسف ہوں یعقوب (علیہ السلام) کا بیٹا ہوں وہ دس بندے جن سے تو نے مجھے خریدا تھا وہ میرے بھائی تھے اس پر مالک بن زعر رویا اور معافی مانگی۔ عزیز مصر نے آپ کی پیشانی پر سعادت و کمالات کے نشان دیکھ لئے تھے، خریدا اور بڑی محبت سے گھر لایا، بیوی سے کہا اسے پیار و محبت سے رکھو اس کی دل آزاری نہ ہو اِسے پریشانی نہ ہو، ہوسکتا ہے یہ کبھی ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا اُسے ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔ قرآن مقدس نے فرمایا ہم نے یوسف کو ایسے غلبہ دیا یہ شان قدرت ہے کہ بازاروں میں غلامی کے نام سے مشہور ہونے والا دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔ ہم نے یوسف کو خوابوں کی تعبیروں کا علم دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر کام پر غالب ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے اختتام پر فرمایا ہماری قدرتوں، ہمارے کاموں، ہماری حکمتوں کو اکثر لوگ جانتے ہیں ”ولما بلغ اشد“ اور جب یوسف علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچے جس میں عقل قوت اچھی طرح نشوونما پالیتی، یہ عرصہ تیس سے چالیس سال تک کا ہے جب آپ کی صلاحیتیں رونما ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات سے سرفراز فرمایا۔ انہیں حِکم دیا، علم دیا یعنی حکمت بخشی اور نبوت سے نوازا۔ آپ کا نفس مطمئنہ

نفس امارہ پر حاکم بنا دیا گیا۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرما دیا گیا ہمارے یہ احسانات صرف حضرت یوسف تک ہی محدود نہیں بلکہ جو بھی اپنے کو صبر، ہمت، طہارت، عصمت، پاکیزگی سے متصف کر لیتا ہے ہم اُسے بھی انعامات سے نواز دیتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۚ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور بہلایا اُسے اس عورت نے جس کے گھر آپ تھے کہ اُن سے مطلب برآری کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور کہا آ جا تیرے لئے (یوسف علیہ السلام) نے فرمایا خدا کی پناہ یہ نہیں ہو سکتا وہ (تیرا خاوند ہے) میرا محسن ہے اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے بیشک ظالم فلاح نہیں پائے گا (۲۳) اور اُس عورت نے ان کا قصد کر لیا تھا اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بیشک وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں سے ہے (۲۴)

تفسیر

یوسف علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک پہلو ختم ہوا کہ آپ کتنی مشکلات و مصائب سے گزرے، کنوئیں کی مشکلات برداشت کیں، غلام کی حیثیت سے بکنے کے حالات دیکھے ،صبر و تحمل سے کام لیا اللہ کی رضا پر

راضی رہے، اس آیہ مبارکہ میں ایک دوسرے مرحلے کا ذکر ہے عزیز مصر کے گھر رہتے ہوئے وقت گزر گیا آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر زلیخا فریفتہ ہوگئیں اورکوشش کی کہ یوسف اپنے کو میرے سپرد کردے آپ کیلئے ایک بنائے گئے مکان کے ساتوں کمروں کے دروازے بند کردیئے۔ یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آجایئے یہ سب کچھ تیرے لئے ہے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا خدا پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ عزیز مصر تیرا شوہر ہے اور میرا محسن ہے، آپ نے فرمایا میرے محسن نے مجھے اچھی طرح ٹھہرایا، عزت دی یہ کام زیادتی ہے میرا اللہ ظالموں کو کامیابی نہیں دیتا۔

زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کے ساتھ قصد کرلیا حضرت یوسف بھی قصد کرلیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے، چونکہ یوسف علیہ السلام نے رب کی دلیل دیکھ لی اس لئے قصد بھی نہ کیا یہ آپ کی پاکیزگی، طہارت، معصومیت کی دلیل ہے کہ برائی کا قصد بھی نہیں ہوا، اس مقام پر امام فخر الدین رازی نے بڑے زور سے دلائل پیش کئے ہیں کہ قصد بھی نہیں ہوا چونکہ آپ نے برہان الٰہی کا مشاہدہ فرمالیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا جس کی طرف مجھے زنان مصر بلاتی ہیں اس سے جیل جانا بہتر ہے یہ بھی آپ کی پاکیزگی کی دلیل ہے پھر زلیخا کا اپنا اعتراف اس کی دلیل ہے جو انہوں نے برملا الفاظ میں کیا میں نے یوسف کو بلایا ''**وانہ لمن الصادقین** ''یوسف بے شک سچا ہے قرآن مقدس نے پاکدامنی کا ذکر اس طرح فرمایا ہے'' **انہ من عبادنا المخلصین** ''یوسف ہمارے مخلص بندوں سے ہے، قرآن مقدس کا ارشاد ہے شیطان نے کہا اللہ مجھے تیری عزت کی قسم ہے لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا ہاں تیرے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چل سکے گا۔

قرآن مقدس کا انداز، ارشاد یہی بتاتا ہے کہ آپ نے برہان ربی دیکھ لی تھی اس لئے اِرادہ بھی نہیں ہوا برہان ربی کے سلسلہ میں کئی اقوال ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی شکل دیکھی، فرشتہ آیا جس نے توجہ ہٹادی ،دل سے آواز نکلی اے اللہ کے نبی! یہ امتحان گاہ ہے، غیبی آواز آئی، الہام ہوا ہم نے تجھے نور نبوت سے نوازا

ہے، تو آپ نے معاذ اللہ کہہ کر ہماری پناہ لی ہے، جو ہماری پناہ لیتا ہے اُسے پناہ دیتے ہیں۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا ہم یوسف کو بچاتے رہیں گے وہ ہمارا مخلص بندہ ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے نبی سے گناہ کا صادر ہونا تو دور کی بات ہے گناہ کا خیال بھی نہیں آتا، آیہ مبارکہ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے برہان کو دیکھا، برہان وہ دلیل ہے جسے کسی طرح بھی توڑا نہ جا سکے حضور ﷺ کے متعلق بھی ارشاد ہے'' قد جاء کم برھان '' تمہارے پاس برہان آ گیا آپ اللہ کی اُلوہیت کی زبردست دلیل ہیں جس کا جواب نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾

اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں کو عورت کے شوہر نے دروازے پر پالیا، عورت نے کہا (اپنے شوہر سے) اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیری گھر والی سے برائی کا اِرادہ کیا ہو مگر یہ کہ اُسے قید کر دیا جائے یا سخت سزا دی جائے (۲۵) اور کہا (یوسف علیہ السلام نے) اس نے خود مجھے میرے نفس کے بارے میں بہلا دیا تھا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور (زلیخا) کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر اس کا کُرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں (یوسف) نے غلط

صدق اللہ العظیم

کہا (۲۶) اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو

عورت جھوٹی ہے اور وہ سچے ہیں (۲۷)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی اور خلوص قلبی کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں اس کا عملی ثبوت ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں دروازے کی طرف دوڑ پڑے، یوسف علیہ السلام اس لئے دوڑے کہ زلیخا سے جان بچائی جائے اور زلیخا اس لئے دوڑی کہ یوسف علیہ السلام کو پکڑ لیا جائے، زلیخا عشق یوسفی میں بھاگی اور یوسف نفرت زلیخا میں دوڑے۔ زلیخا نے ساتوں دروازوں کو تالے لگائے ہوئے تھے مگر یوسف علیہ السلام کی قوت عصمت پارسائی سے سارے دروازے کھلتے گئے یہ عمل یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

یوسف علیہ السلام کے اس عظیم اور دردناک واقعہ میں آپ سے کئی کمالات کا ظہور ہوا، جس کنوئیں میں گرے اس کا کھاری پانی میٹھا ہو گیا، عزیز مصر کے خالی خزانے بھرتے چلے گئے، زلیخا کے لگائے ہوئے تالے کھلتے گئے، زلیخا نے پیچھے دوڑ کر کُرتہ پکڑا جو پھٹ گیا کہ یوسف علیہ السلام نے آگے جانے کیلئے زور لگایا زلیخا نے روکنے کیلئے یہ پھٹنے والا کُرتہ زلیخا نے ہی پہنایا تھا اس کے نیچے وہ تعویذ والی قمیص تھی جو کنوئیں میں جبریل نے پہنائی تھی یہ قمیص جنتی ریشم کی بنی ہوئی تھی اندھیرے میں چمکتی تھی۔ یوسف و زلیخا اسی کشمکش میں آخری دروازے سے باہر آ گئے۔ اچانک زلیخا نے شوہر کو دیکھا تو گھبرا گئی کہ شائد یوسف شوہر کو زلیخا کی شکایت لگا رہے ہیں فورا کہا عزیز جو تیرے گھر والوں سے برائی کا اِرادہ کرے اس کی سزا کیا ہے اُسے جیل میں بھیجا جائے یا سخت سزا دی جائے۔ بُرا اِرادہ سے مراد زنا لیا، اور زنا ہر قوم، مذہب، ملت میں ہمیشہ حرام رہا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں زلیخا نے جھٹ خود ہی سزا مقرر کر دی کہ جیل بھیجا جائے یا سخت سزا دی جائے اس لئے کہ زلیخا سمجھی کہیں میرا شوہر اسے غصہ میں قتل نہ کرا دے، زلیخا تو اب بھی محبت سے دیکھ رہی تھی مگر یوسف علیہ السلام نے اپنی عزت کی حالت میں عزیز سے کہا اس نے مجھے خود ورغلانے کی کوشش کی

تھی۔عزیز نے زلیخا سے پوچھا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ کہا نہیں، یوسف سے پوچھا تیرے پاس تیری پاکدامنی کا کوئی گواہ ہے اسی حالت میں زلیخا کے اہل میں سے اُسی کے ماموں کا بیٹا جس کی عمر ۲ سال تھی ماں کی گود میں تھا، ماں بھی پاس ہی کھڑی تھی وہ بچہ بولا اور کہا اے عزیز مصر اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو زلیخا سچی ہے اگر پیچھے سے ہے تو یوسف سچا ہے۔

چار بچوں نے بچپن میں کلام کیا، ایک تو یہ بچہ دوسرا فرعون کی منہ بولی بیٹی کے ایک سال کے بچے نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے، تیسرے عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے بچپن میں کلام کیا چوتھے بنی اسرائیل کے عابد جریج کی صفائی میں دودھ پیتے بچے نے کلام کیا۔''شہد شاہد'' کا معنی ہوگا ایک حاکم نے فیصلہ دیا اس سے مراد غیبی شاہد نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

پھر جب عزیز نے اس کا کرتہ پیچھے سے چرا دیکھا تو کہا بیشک یہ عورتوں کا مکر ہے بیشک عورتوں کا فریب بڑا خطرناک ہوتا ہے (۲۸) اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بے شک تو خطا کاروں میں ہے (۲۹) اور شہر کی کچھ خواتین نے کہا عزیز کی عورت اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے اس نوجوان کی محبت زلیخا کے دل میں گھر کر گئی ہے اور بیشک ہم اُسے دیکھتے ہیں وہ یوسف کے عشق میں مبتلا تھی (۳۰)

تفسیر

یوسف علیہ السلام کے کمالات میں سے ایک کمال معجزہ ہے کہ لوگوں نے قمیص کو دیکھا وہ سامنے سے پھٹی نہیں پیچھے سے ہے تو ہر شی سامنے آ گئی کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا ہے۔عزیز مصر نے غصے میں کہا یہ سب شرارت ہے عورتو! تمہارے مکر سے ہے بات تو ایک زلیخا کی ہے مگر عزیز کا خطاب عورتوں سے ہے معنیٰ یہ ہوگا تم عورتوں کی فطرت ہی مکاری ہے اور مکاری ہمیشہ بُری ہوتی ہے۔عورتوں کی اکثریت مراد ہے ورنہ بہت سی خواتین سراپا اخلاص ہوتی ہیں۔صحابیات خواتین ہیں مگر ان کی شرافت پر دین کو ناز ہے یہاں پر زلیخا کی بہتان تراشی کو عظیم کہا گیا کہ یہ سب سے بڑی خیانت ہے عزیز مصر کی جھڑک سن کر زلیخا شرمندہ ہوئی جسم پر شرمساری کے آثار ظاہر ہوئے تو عزیز نے یوسف علیہ السلام سے کہا آپ اس واقعہ سے پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب کے سامنے بری کر دیا۔تیری پاکدامنی ظاہر ہوگئی جس سے تمہاری عزت میں چار چاند لگ گئے یوسف تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے اور زلیخا سے کہا تو بھی اپنے گناہ کی معافی مانگ۔یہاں پر حیرت کی بات ہے یہ عزیز مصر سب کچھ سن کر الزام پر غصہ میں نہیں آیا ممکن ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو رسوائی سے بچایا اسی کا یہ بھی حصہ ہو کہ عزیز کو مشتعل نہیں ہونے دیا کہیں اشتعال میں یوسف علیہ السلام کے خلاف نہ کچھ کہہ دے۔

روح البیان شریف میں ہے کہ اس گفتگو کے بعد عزیز باہر چلا گیا اور چالیس دن تک زلیخا کو نہ ملا اور حضرت یوسف کو بھی اپنے ساتھ رکھا،شہر کی عورتوں نے اسی موقعہ یا کسی اور جگہ پر یہ کہا دیکھو عزیز مصر کی بیوی جس کی کبھی کوئی بات نہیں سُنی ،اپنے غلام کو ورغلانے لگ گئی عزیز مصر چاہتا تھا کہ یہ خبر عام نہ ہو مگر تیزی سے پھیل گئی۔’’فتی‘‘ عربی میں مضبوط قوت والے باحوصلہ عظیم شخص کو کہا جاتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام نے بھرے مجمع میں بڑے حوصلے ہمت سے بات کی اور زلیخا کو جھٹلایا اس لئے ان کے بارہ میں فتی کہا گیا،فتی اس جواں مرد کو بھی کہتے ہیں جو امیری،غریبی،تنگی،ترشی،خوشی،غمی کبیدہ حالات میں بھی اللہ کی راہ میں خیرات

کرتا رہے۔ زنان مصر نے یوسف علیہ السلام کو فتیٰ کہا، دلیر مانا، تعریف کی مگر زلیخا کے بارہ میں کہا بے شک ہم زلیخا کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں۔ زلیخا کی اس وارفتگی کا چرچا عام ہونے لگا خواتین کو جہاں کہیں موقعہ ملتا اس وارفتگی کا ذکر کرتیں ''شغفها حبا'' کے معنی یہ ہیں کہ یوسف کی محبت زلیخا کے دل میں گھر کر گئی، زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے عشق و محبت کے کئی مراحل نظر آتے ہیں جب خواب میں دیکھا تو بھی ایک مرحلہ تھا مصر میں دیکھا تو یہ بھی ایک مرحلہ تھا، جب اسلام قبول کیا تو یہ بھی ایک مرحلہ تھا۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ﴿٣٢﴾

صدق الله العظیم

اور جب زلیخا نے اُن کا چرچا سنا تو اُن عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کیلئے مسندیں تیار کیں اور اُن میں ہر ایک کو چھری دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں نے یوسف دیکھا تو ان کی بڑائی ذکر کی اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں خدا کی شان ہے یہ جنس بشر سے نہیں مگر معزز فرشتہ ہے (۳۱) زلیخا نے کہا یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچا لیا اور بیشک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو قید میں رہیں گے اور ذلت اُٹھائیں گے (۳۲)

تفسیر

یہ واقعہ جب مصر کے گلی کوچوں میں مشہور ہو گیا کہ زلیخا اپنے خریدے ہوئے غلام پر فریفتہ ہو گئی ہے اور زلیخا

کی قریبی رشتہ دار خواتین بھی طعنوں میں مصروف نظر آتی ہیں تو محسوس کیا یہ خواتین اس فتنہ کو ہوا دیں گی بدنام کریں گی خواتین بدنام تو کر رہی تھیں مگر دل سے یہ بھی چاہتی تھیں کہ زلیخا وہ غلام ہمیں بھی دکھائے۔ زلیخا نے دعوت کا اہتمام کیا قاصد بھیجا اور ان کے بیٹھنے کیلئے عمدہ اہتمام کیا اگر چہ یہ ساری خواتین زلیخا کی خادمائیں تھیں یا ملازمین کی بیویاں، بیٹیاں تھیں مگر اہتمام اچھا کیا کہ آئندہ طعنہ نہ دیں۔ اگر چہ وہ عورتیں تو اس قدر احترام کے لائق نہ تھیں مگر جس کا دیدار کرانا تھا اس کی ہیبت پیدا کرنا تھی، زلیخا نے عورتوں کے حالات کا جائزہ لیا اور فورا بلا لیا اور اپنی اپنی مسندوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں تو زلیخا نے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری تھما دی یہ خواتین چالیس تھیں ہر ایک کو پھل تھما دیئے اور کھانے کی اجازت دی تو ساتھ ہی یوسف علیہ السلام سے عرض کیا آ جائیں، آپ یوسف علیہ السلام پہلے ہی ساتھ والے کمرہ میں بیٹھے تھے، خواتین کو کھانے کیلئے دیا جانے والا پھل سیب تھا یا انار یا بھنا ہوا گوشت۔ جونہی وہ کاٹ کر کھانے لگیں تو جناب یوسف علیہ السلام سامنے آئے جمال یوسفی میں اس قدر محو ہو گئیں کہ پھل کٹ گئے، ساتھ ہی انگلیاں بھی کٹ گئیں اور بول اُٹھیں یہ جنس انسانی تو نہیں یہ تو کوئی آسمانی فرشتہ ہے، عام فرشتہ بھی نہیں خاص اور عظیم فرشتہ ہے۔

یوسف علیہ السلام کی تعریف شروع کر لی جونہی یوسف علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہوئے تو درد محسوس کیا اور حیران رہ گئیں کہ ہو کیا گیا۔ اب اس حالت میں زلیخا نے خواتین کو دیکھا تو کہا یہ ہے وہ جس کے سلسلہ میں مجھے طعنہ دیتی تھیں اب تم نے دیکھ لیا کہ ایک جھلک تم دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں، تم نے تو صرف یوسف کے ظاہری حسن کو دیکھا تو تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے میں نے تو یوسف کو دل سے دیکھا، باطن سے دیکھا، روح سے دیکھا میری یہ حالت نہ ہوتی تو کیا ہوتا، میرا عشق جھوٹا نہیں اب بھی کہتی ہوں اگر اس نے میری بات نہ مانی تو جیل جائے گا یا رُسوا ہوگا۔

زلیخا کی داستان کی شہرت اس لئے نہیں کہ وہ ایک وزیر کی بیوی ہو کر غلام کے دام محبت میں پھنسی بلکہ شہرت کا باعث یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس کی خواہش کو کس طرح ٹھکرا دیا، ہزار کوشش کے باوجود

اس طرف دھیان ہی نہ کیا زلیخا نے جو دھمکی دی ہے کہ میرا کہا نہ مانا، تو جیل ہو گی یا رُسوائی۔ یہ عورتوں پر رُعب ڈالنے کیلئے ہے کہ اس نے میری توہین کی ہے تو اُسے سزا ملے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۳۵﴾ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

عرض کی (یوسف نے) اے میرے رب! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا (۳۳) تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے (۳۴) پھر مناسب معلوم ہوا انہیں اس کے باوجود کہ وہ یوسف کی پاکبازی کی نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ وہ اسے قید کر دیں کچھ عرصہ تک (۳۵) اور داخل ہوئے آپ کے ساتھ ہی قید خانے میں دو نوجوان ان میں سے ایک نے کہا میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا ہے کہ میں سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں کچھ روٹیاں پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں

اس کی تعبیر بتائیں ہم آپ کو نیک لوگوں سے
دیکھتے ہیں (۳۶)

تفسیر

مصر کی اعتراض کرنے والی خواتین نے جب منظر دیکھا کہ حسن یوسفی کی تاب نہ لا سکیں، ہاتھ کاٹ بیٹھیں تو پھر زلیخا پر رحم کھانے لگیں کہ وہ واقعی ہی مجبور تھی، خواتین نے زلیخا سے کہا آپ حوصلہ کریں ہم یوسف کو سمجھائیں گے، یوسف علیہ السلام نے خواتین، زلیخا سے ہمدردی سنی اور زلیخا کی دھمکی بھی سامنے آئی کہ اگر نہ مانا تو جیل میں جائے گا۔ آپ بارگاہ قدس میں سجدے میں گر گئے اور عرض کی اللہ ایک طرف دنیا میں جیل کی قید ہے دوسری طرف آخرت کا عذاب ہے میرے اللہ! یہ خواتین مجھے جس طرف بلا رہی ہیں اس سے محبوب مجھے قید خانہ ہے، میرے اللہ اگر تو نے میری مدد نہ کی اور ان خواتین کا مکروفریب کا جال ناکام نہ بنایا تو ڈر ہے کہیں میں بھی ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں، خدا پناہ اگر میرا قدم ذرا بھی ڈگمگایا تو میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا، یوسف علیہ السلام نے یہ التجا اس قدر عجز وانکساری اور آہ وزاری سے کی کہ فرشتے بھی رو پڑے۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اے یوسف! اللہ نے آپ کی آہ وزاری قبول کر لی ہے اور ان کا مکروفریب آپ سے ٹال دیا ہے۔

خواتین مصر کے بے شمار حیلوں مکروں فریب بازیوں کے مقابلہ میں یوسف علیہ السلام نے صرف ایک ہی طریقہ استعمال فرمایا کہ عجز وانکساری سے بارگاہ قدس میں جھک گئے، نتیجہ یہ ہوا اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان کی دعا قبول فرمائی اور بے شک وہی فریادوں کو سننے والا ہے حالات کو جاننے والا ہے جب اللہ کا نبی معصوم بارگاہ قدس میں اس طرح آہ وزاری کر رہا ہے تو ہمیں کس قدر ضروری ہے کہ انبیاء کی سنت کا راستہ اپنائیں اور گناہوں کی معافی مانگیں یوسف علیہ السلام کا رونا کسی گناہ کی معافی کیلئے نہیں وہ تو معصوم ہیں یہ بارگاہ قدس میں شکریہ کا رونا ہے۔ چھ دعاؤں کا ذکر آتا ہے جو عین اسی طرح مانی گئیں جیسے کی گئی تھیں، یونس

علیہ السلام کی دُعا، ایوب علیہ السلام کی دُعا، نوح علیہ السلام کی دُعا، موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا، حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا، حضرت یوسف کی دعا چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود قید کو پسند کیا تھا اس لئے باوجود بری ہونے کے مصری حکام کو سب کچھ دیکھ لینے، جان لینے کے بعد کہ یوسف ہر طرح معصوم ہے بری ہے مجرم نہیں پھر بھی کچھ عرصہ کیلئے جیل بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

مصری حکام نے یوسف علیہ السلام کے بری ہونے کے سارے نشانات کو دیکھ لیا تھا آپ کے بری ہونے کے نشانات بڑے واضح تھے بچے کا گواہی دینا، قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہونا، زنانِ مصر کا اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھنا، زلیخا کا خود اپنے جرم کا اقرار کرنا، انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ زلیخا کو سزا ہوتی مگر معاملہ اُلٹ ہوا۔

یوسف علیہ السلام کے جیل جانے میں بڑی بات یہ تھی کہ آپ نے خود پسند کر لیا تھا یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے میں سزا مقصود نہیں کہ جرم ثابت ہی نہیں صرف زلیخا سے الگ رکھنا مقصود تھا، بدنامی ہوگئی تھی زلیخا کی برائی کا عام چرچا ہو گیا تھا۔ فیصلہ اس لئے ہوا کہ زلیخا مل نہ سکے۔ شاہ مصر نے تین طرح کی جیلیں بنوا رکھی تھیں۔ عذاب کی جیل، یہ سزا کیلئے ہوتی تھی، قتل کی جیل اس میں مجرم بارادۂ قتل رکھا جاتا تھا، عافیت کی جیل اس میں مجرم کو آرام سے رکھا جاتا تھا اس میں یوسف علیہ السلام کو رکھا گیا زلیخا نے جیل کے داروغہ سے کہہ رکھا تھا کہ اس کا ہر طرح خیال رہے آرام رہے یوسف کو سکون رہے، تمام اخراجات وہ خود برداشت کرے گی، جیل میں آپ کے ساتھ دو قیدی بھی داخل ہوئے ایک کا نام ''بونا'' تھا دوسرے کا نام ''مخلب'' تھا، بونا شاہی باورچی تھا اور مخلب شاہی سقّہ تھا ان دونوں پر الزام تھا کہ یہ بادشاہ کو زہر دے کر مارنا چاہتے تھے یوسف علیہ السلام کے جیل جاتے ہی جیل کا ماحول بدل گیا لوگ ادب واحترام سے پیش آنے لگے آپ کا علم مشہور ہو گیا ایک جوان نے خواب دیکھی کہ سر پر روٹیاں اٹھائے ہے اور پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں دوسرے نے خواب دیکھی کہ وہ اپنے بادشاہ کو پانی پلا رہا ہے انہوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا آپ ہمیں ان خوابوں کی تعبیریں بتائیں، ہم آپ کو نیک لوگوں سے دیکھتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾

صدق اللہ العظیم

(یوسف علیہ السلام نے) کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا کہ میں ان خوابوں کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتادوں گا یہ اُن علوم سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے منکر ہیں (۳۷) میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق و یعقوب کا دین اختیار کیا ہے ہمیں یہ (حق) نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے مگر اکثر لوگ شکر گزار نہیں (۳۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں دونو جوانوں کی خوابوں کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں ان خوابوں کی تعبیر کا ذکر ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی خوابوں کی تعبیر کا تو پتہ فورا چل گیا مگر بتانے میں کچھ دیر کی ہے آپ چاہتے تھے کہ ان میں سے ایک مرنے والا ہے اس کی موت سے پہلے اُسے دین کی تعلیم دے دی جائے فرمایا میرے جیل کے ساتھیو! تمہارے پاس حسب معمول جو کھانا آتا ہے اس کے آنے سے پہلے پہلے تمہیں تعبیر بتادوں گا یہ بھی آپ کا معجزہ تھا آپ کی گفتگو سے دونوں قیدی حیران ہوئے اور کہا یوسف آپ کو ہمارے حالات کا کیسے پتہ چلا، آپ کاہن ہیں نجومی ہیں فرمایا نہیں، تعبیروں کا علم مجھے میرے رب نے سکھایا ہے قیدیوں نے کہا آپ کا رب کون ہے؟ فرمایا میرا رب اللہ ہے جو میرا تمہارا خالق ہے، میرے اللہ نے مجھے یہ علم اس لئے

سکھایا کہ میں نے شروع سے خدا کے منکروں کو مانا ہی نہیں وہ آخرت کے بھی منکر ہیں یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو یہ پہلا وعظ تھا، جو آپ نے جیل کی کوٹھڑی میں ارشاد فرمایا۔

یہاں سے آپ کی تبلیغ نبوت شروع ہوتی ہے، یہ روایت بھی ہے کہ جیل کا عملہ بھی اکٹھا ہو گیا آپ نے اپنے خطاب کو مزید لمبا کیا اور فرمایا میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق، یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے آپ نے خدائے وحدۂ لاشریک کا ذکر کیا آپ کے محبت بھرے خطاب سے وہ لوگ کچھ قائل ہوئے جب گفتگو ذرا لمبی ہوئی تو آپ نے پھر اپنا تعارف بھی کرایا اور اپنے پر فضل و کرم کا ذکر بھی کیا توحید کا درس دیا اور فرمایا کہ ہم اس کی مخلوق ہیں، ہمیں اسی کو ہی خدا ماننا ہے، بت پرستی سے نفرت دلائی برائیوں سے بچنے کا درس دیا، تقوی وطہارت کے فضائل بیان کئے نیکی کرنے، بدی سے بچنے کا فرمایا یہ بھی فرمایا کہ وہ نعمتوں سے نوازتا ہے یہ اس کا فضل و کرم ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، یوسف علیہ السلام کا قیدیوں پر اثر انداز ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی آپ کا معمول تھا قیدیوں کی بیمار پرسی کرتے، ان کے دکھ میں شریک ہوتے کوئی زخمی ہوتا تو مرہم پٹی کر دیتے، ساری ساری رات اپنے رب قدوس کے حضور عجز و انکساری میں گزار دیتے تھے، پیغمبرانہ اخلاق رحمت وشفقت کے سبب سب کیلئے باعث قدر واحترام تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا متعدد رب اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے (۳۹) تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے وہ صرف چند نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ داد نے رکھ لیا ہے اللہ نے ان کے ساتھ کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم صرف اللہ کا ہے

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ
اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا
الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ
رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱

صدق اللہ العظیم

اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی دین صحیح ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (۴۰) اے میری قید کے دونوں ساتھیو تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر کھائیں گے) تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا فیصلہ اسی طرح ہو چکا ہے (۴۱)

تفسیر

یوسف علیہ السلام نے تبلیغ کا دوسرا انداز اختیار فرمایا ہے جس میں بات کو مزید پختہ کرنے اور ذہن نشین کرنے کا ذکر ہے، فرمایا اے میرے قید کے دونوں ساتھیو! تم اپنی عقلوں سے پوچھو کفار نے جو ہزاروں قسم کے رب بنا لئے ہیں کوئی سورج کو خدا مانتا ہے کوئی چاند کی پرستش کرتا ہے کوئی ستاروں کے آگے جھکتا ہے، بتاؤ یہ کئی خدا تمہیں اچھے لگتے ہیں یا ایک خدا وحدہٗ لاشریک جو سب پر غالب ہے۔

یوسف علیہ السلام نے جیل کے کفار کو عقل سے کام لینے کا درس دیا ہے کہ سوچو اگر ایک ملک میں کئی حکمران ہوں اور ایک ہی درجہ کے ہوں تو نظام خراب ہوگا پھر یہ سوچو کہ چاند، تارے، سورج جو روز روز طلوع ہوتے ہیں غروب ہوتے ہیں یہ کیسے خدا بن گئے، جو ہمیشہ ادلتے بدلتے رہتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے یہ حالت ان کی اپنی ذاتی نہیں ان پر کوئی حکمران ہے وہ اللہ ہے پھر یہ سوچو زیادہ معبود ہوں تو کس کس کو راضی کرو گے عبادت کے لائق ایک ہی معبود ہے وہ اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا تم سب اللہ کو چھوڑ کر صرف ناموں کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے بنا رکھے ہیں آج بھی ہندوستان میں

کفار کے گھروں میں مختلف معبودوں کی تصاویر آویزاں ہیں تم نے معبودوں کے کئی نام رکھ لئے ہیں جس پر اللہ نے قطعی کوئی دلیل نہیں اُتاری ہمارے ہاں تو دلیل ہے کہ اللہ نے حکم دیا ہے صرف اسی کی عبادت کرو وہی دین مضبوط ہے سیدھا ہے کسی قسم کی کمی نہیں قطعی ٹیڑھا پن نہیں یہ دین افراط وتفریط سے پاک ہے یہ نظام حیات امیر غریب، بیمار تندرست، آقا غلام، گورے کالے سب کیلئے یکساں ہے مگر اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔

یوسف علیہ السلام نے جب جیل کے قیدیوں کو توحید کا درس دے لیا، دلائل سے بھرپور خطاب ختم کرلیا۔ابن کثیر اور تفسیر مظہری نے یہاں ایک بات لکھی، قیدیوں نے کہا یوسف آپ ہمیں پیارے لگتے ہیں آپ نے فرمایا مجھ سے پیار نہ کر جس نے مجھ سے محبت کی مجھ پر آفت آئی، والدگرامی کی محبت سے جنگل میں جانا پڑا، کنوئیں میں پڑا، بھائیوں کے ہاتھوں دکھ اُٹھائے، عزیز کی بیوی نے محبت کی تو جیل پہنچا۔ پھر اُن قیدیوں کے سوالوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا قیدیو تم میں سے جس نے انگور نچوڑتے خود کو دیکھا ہے وہ جلد بری ہوکر نوکری پر بحال ہو جائے گا اور پہلے سے زیادہ عزت دیکھے گا دوسرا جس نے روٹیوں کا ٹوکرا سر پر اُٹھایا ہے اور پرندے اس سے کھا رہے ہیں یہ چند دن بعد سولی پر چڑھا دیا جائے گا تو پرندے اس کے سر سے گوشت کھائیں گے یہ شخص جو ٹوکرا اُٹھانے والا تھا گھبرا کر بولا جی یہ خوابیں تو ایسی ہی تھیں تو آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے سوال کئے تھے ان کا فیصلہ ہو گیا، نبی کے منہ سے نکلی بات ضائع نہیں جاتی اس کا فیصلہ قدرت کا ہی فیصلہ ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۠ۤ(۴۲) وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ(۴۳)

صدق اللہ العظیم

اور یوسف (علیہ السلام) نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اُسے بھلا دیا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہے (۴۲) اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے سات موٹی گائیں انہیں سات دبلی کمزور گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہرے خوشے اور دوسرے خشک ،اے دربار یو میری اس خواب کا جواب دو اگر تم خواب کی تعبیر کرتے ہو (۴۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں دونوں قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر کا ذکر ہوا۔اس آیہ مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ اُن میں سے ایک کو یوسف علیہ السلام نے کیا فرمایا، یہ وہ قیدی تھا جو نجات پانے والا تھا یہ مخلب نامی تھا اسے فرمایا جب تو بادشاہ کے ہاں چلا جائے تو اس کے ہاں میرا ذکر بھی کرنا کہ وہ بے گناہ قید میں پڑا ہے اس بادشاہی نظام میں یہ تیری اندھیر نگری تھی بہت سے قیدی بے گناہ اندر پڑے ہیں اور بادشاہ کو اپنے ظلم کا احساس تک ہی نہیں یہ قیدی جو چھوٹ کر آنے والا تھا جسے یوسف علیہ السلام نے پیغام دیا تھا اُسے شیطان نے یہ ذکر کرنا بھلا دیا۔بعض نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ قیدی کو پیغام دیتے یوسف علیہ السلام بھول گئے انہیں چاہئے تھا کہ یہ شکایت اپنے رب قدوس سے کرتے قیدی سے نہ کرتے مگر یہ معنی صحیح نہیں صحیح معنی یہی ہے کہ وہ قیدی یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھول گیا تھا، یہ قیدی کتنا عرصہ بھولا رہا سات سال یا دس سال یوسف

علیہ السلام جیل میں بارہ سال رہے پانچ سال قیدیوں کے ساتھ، سات سال بعد میں۔

حدیث شریف میں ہے اگر یوسف علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ مجھے قید خانہ بہتر ہے اس شئی سے جس کی طرف مجھے خواتین بلا رہی ہیں تو آپ جیل نہ جاتے سات سال گزر جانے پر یوسف علیہ السلام بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں اے اللہ مجھے جیل سے چھڑا دے اسی رات بادشاہ نے خواب دیکھی تو پریشان تھا درباریوں کو بلایا اور خواب سنائی اور کہا مجھے اس کی تعبیر بتاؤ، سات موٹی گائیں دیکھی ہیں جنہیں سات کمزور دبلی پتلی گایوں نے کھالیا ہے پھر اسی جگہ میں نے دیکھا ہے سات عدد گندم کے تازہ سٹے اور سات خشک مرجھائی ہوئی بالیاں ہیں جو تازہ خوشوں سے لگیں تو وہ بھی مرجھا گئے۔

بادشاہ کی یہ خواب یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب بن گئی اس کی تعبیر نجومی نہ بتا سکا کوئی معبر نہ کہہ سکا دراصل یوسف کی دعا کی قبولیت کا ظہور ہے ہر خواب کی کوئی نہ کوئی تعبیر ہوتی ہے مگر نبی کے خواب کی تعبیر نہیں وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو اس نے دیکھا ہے۔ ملت اسلامیہ کا یہی عقیدہ نبی کی خواب وحی ہوتی ہے، ابراہیم علیہ السلام نے بیٹا ذبح کرنے کی خواب دیکھی تو عین اسی پر عمل ہوا، تعبیر کی طرف توجہ نہیں گئی جب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا کہ خواب میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بیٹے نے کہا ابا جان جو کچھ آپ کو حکم ہوا وہ کر لیجئے اسماعیل کو سمجھتے تھے میرا باپ نبی ہے یہ خواب حکم ہے، علم تعبیر بہت وسیع علم ہے علماء نے بتایا اس علم کیلئے بہت سے علوم کا پہلے ہونا ضروری ہے، بادشاہ نے درباریوں سے تعبیر مانگی، اگلی آیہ پاک میں اسکا جواب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ
الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ
نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ
بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا
الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ
يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ
خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى
النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

صدق اللہ العظیم

بولے (درباری) پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے (۴۴) وہ بولا جو اُن دونوں میں سے بچ گیا تھا اور ایک مدت بعد اُسے یاد آیا میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو (۴۵) اے یوسف، اے صدیق ہمیں تعبیر بتایئے ، سات فربہ موٹی گائیں ہیں جنہیں سات کمزور گائیں کھاتی ہیں اور سات ہرے سٹے ہیں اور دوسرے خشک سٹے تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ جاؤں شائد وہ جان لیں (۴۶)

تفسیر

بادشاہ نے اپنے درباریوں سے خوابوں کی تعبیر پوچھی تمام نجومی کاہن تعبیر کرنے والے حیران رہ گئے اور جواب نہ بن پڑا تو بولے یہ پریشان خوابیں ہیں ہم ایسی خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ہم تو محض ستاروں سے قیاس لگاتے ہیں درباریوں نے کہا یہ تفکرات جمع ہو کر خواب کی شکل میں آجاتے ہیں یا شیطان طرح طرح کے وسوسے ڈال دیتا ہے تو ایسی خوابیں ہو جاتی ہیں یا یہ خوابیں محض الجھاؤ ہیں کوئی بات نہیں۔ بادشاہ کو مطمئن کر رہے تھے کہ پریشان نہ ہوں یہ درباری چاہتے تھے بادشاہ یہ معاملہ یہیں ختم کر دے کسی اور نجومی کو نہ بلائے جو تعبیر کر دے اور ہماری بے عزتی ہو یہ درباری باتیں تو کر رہے تھے مگر حقیقت یہی ہے وہ خود پریشان تھے اور اپنی جہالت کا اقرار کر رہے تھے جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ بادشاہ نے خواب دیکھی ہے اس کی تعبیر کسی کو نہیں آرہی تو وہ ساقی دوڑتا آیا یا پہلے ہی وہاں تھا جب اس نے کاہنوں کو عاجز دیکھا تو اُسے وہ ساری باتیں یاد آگئیں خصوصاً وہ بات جو بادشاہ کو ذکر کرنا بھول گیا تھا اُس نے کہا بادشاہ میں تجھے اس کی

تعبیر لا دیتا ہوں، جیل میں میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی تھی میں نے اس سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی تو جیسے اس نے بتائی ویسے ہی پوری ہوئی بادشاہ نے خوشی خوشی اجازت دے دی اور اُسے جیل جانے کی رخصت بھی مل گئی تب یہ ساقی دوڑا ہوا آیا اور کہا اور معافی مانگی کہ میں آپ کا پیغام بھول گیا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال بعد بھی اسے پہچان لیا اور کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ کیا اس ساقی نے بڑے ادب سے کہا اے یوسف! اے صدیق یعنی اے سچ کہنے والے اس علاقہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی سچا نہ تھا، صادق بھی سچے کو کہتے ہیں صدیق بھی۔ جو واقعہ کے عین مطابق بات کرے وہ صادق ہے اور جس کے نیک منہ سے بات نکل جائے اللہ ویسے ہی کر دے وہ صدیق ہے۔

اس نے عرض کی اے یوسف بادشاہ نے خواب دیکھی ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز سِٹوں کو گندم کے سات خشک سٹوں نے خشک کر دیا ہے خراب کر دیا ہے عارضی طور پر یہ پریشان بھی ہوا پتہ نہیں ان کی تعبیریں کیسی ہوں اور یوسف کیا کہتے، اے یوسف تعبیر بتایئے کہ میں خوشی خوشی بادشاہ کے ہاں جاؤں ایسی حسین تعبیر بتایئے کہ وہ آپ کو جان جائیں اور علم وفضل کے قائل ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

کہا (یوسف علیہ السلام نے) تم سات سال لگاتار کھیتی کرو گے تو جو کاٹو اُسے اس کے سِٹے میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو (۴۷) پھر اس کے بعد سات سال سخت آئیں گے کھا جائیں گے جو تم نے اُن کیلئے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو (۴۸) پھر ان کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائیگی اور اس میں رس نچوڑیں گے (۴۹)

تفسیر

اُس ساقی نے جو بادشاہ کے نمائندہ کے طور پر تعبیر پوچھنے آیا تھا جب اپنا کلام مکمل کرلیا اور تعبیر کا انتظار کرنے لگا تو جناب یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کرنا شروع فرمائی آپ نے تعبیر فرماتے ہوئے علم وحکمت کے دریا بہادیئے بلکہ نظام سلطنت کا پورا قانون بتادیا یہ حسین وجمیل تعبیر بھی یوسف علیہ السلام کے معجزات سے ایک حیران کن معجزہ ہے جس سے نبی کے علم کا پتہ چلتا ہے آپ نے وضاحت فرمائی کہ تم سات سال کھیتی کرتے رہو گے ان سالوں میں تمہاری کھیتی کو بڑھنے پھلنے پھولنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی ، یہ سات سال تعبیر ہے سات موٹی گایوں کی۔ جو گندم وغیرہ کاٹو ان کو ان کے سٹوں میں رکھو ہاں وہ تھوڑا سا حصہ جو لگاتے ہوئے یعنی زیادہ اناج سٹوں میں رہنے دینا تھوڑا استعمال کرنا پھر ان سات سالوں کے بعد سخت سال آئیں گے بھوک سخت مصیبت، قحط سالی ہوگی بادل بند، دریا خشک ،نہریں برباد، کھیت تباہ یہ ایسے سخت سال ہوں گے کہ جو کچھ تم نے جمع کررکھا ہوگا وہ ختم ہوگا جب یہ مصیبت کا عرصہ ختم ہوگا یہ سال کٹ جائیں گے تو پھر وہ زمانہ آئے گا جس میں تم بارش والے ہوجاؤ گے سارے ملک پر بارش ہوگی غلہ اناج ،فروٹ اس قدر پیدا ہوگا تم کھا کرختم نہ کرسکو گے نہ بیچ کر،تم نچوڑ نچوڑ کرذخیرے کرو گے۔

بادشاہ کی خواب میں تو صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ سات سال اچھی پیداوار ہوگی پھر سات سال قحط کے ہوں گے مگر یوسف علیہ السلام نے اس پر ایک اضافہ بھی فرمادیا کہ قحط کے بعد ایک سال خوب بارش ہوگی پیداوار بڑھے گی۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یوسف علیہ السلام کو مطلع کردیا کہ تعبیر سے زیادہ بات بھی ہوتا کہ انہیں یوسف علیہ السلام کے کمال علمی کا پتہ چل جائے آپ نے صرف تعبیر ہی نہیں بتائی بلکہ ایک حکیمانہ اور ہمدردانہ مشورہ بھی دیا کہ پہلے سات سالوں میں جو زیادہ پیداوار اس کو گندم کے خوشوں میں محفوظ رکھا جائے تاکہ گندم کو پرانا ہوجانے کے باعث اُسے کیڑا نہ لگ جائے ، یہ بھی پتہ چلا کہ جب تک غلہ خوشے میں رہتا ہے اُسے کیڑا نہیں لگتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ
الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ
مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ
اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ
مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ
نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ
مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ
الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ
عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾
ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ
وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

صدق اللہ العظیم

بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ جب اس (یوسف) کے پاس قاصد آیا تو (یوسف نے کہا) جا واپس بادشاہ کے پاس جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بیشک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے (۵۰) بادشاہ نے کہا اے عورتو! تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کو ورغلایا تھا (عورتوں نے کہا) خدا پناہ ہم نے ان میں کوئی برائی نہ پائی، عزیز مصر کی عورت نے کہا اصل بات کھل گئی میں نے انہیں ورغلانا چاہا تھا اور بے شک وہ سچے ہیں (۵۱) (یوسف علیہ السلام نے) کہا میں نے اس لئے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے خیانت نہیں کی اور بے شک اللہ دھوکے بازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا (۵۲)

تفسیر

ساقی نے یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر سُنی تو جھٹ دربار میں آیا وہاں پر سب نجومی، کاہن اکٹھے تھے ساقی نے یوسف علیہ السلام کی ساری گفتگو کو بڑے اچھے سلیقے سے سنایا تو سارے حیران رہ گئے کہ اتنا بڑا عالم جیل میں ہے پھر سوچا اتنا بڑا سخت وقت آنے والا ہے تو ہم تو اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اُسی معبّر عالم کو بلایا جائے بادشاہ نے اسی ساقی سے کہا جاؤ اور اُسے میرے پاس جلدی لے آؤ، پہلے تو صرف ساقی گیا تھا

مگراب ساتھ ایک جماعت بھیجی کہ اُسے عزت سے لایا جائے وہ ساقی اپنی جماعت کی قیادت کرتا ہوا جلد جلد جیل آیا کہ آپ فورا تیار ہو جائیں گے ساقی سے بادشاہ کا پیغام سن کر یوسف علیہ السلام نے کسی خوشی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ نہایت بُردباری، حوصلہ سے جواب دیا، فرمایا جا اپنے بادشاہ سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے بادشاہ کو ان عورتوں کا واقعہ یاد دلاؤ کہ بادشاہ کو پتہ چل جائے جو شخص بارہ سال سے جیل کاٹ رہا ہے وہ اب باہر کیوں نہیں آتا؟

میں اپنے بے گناہی کو لوگوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں یوسف علیہ السلام نے عورتوں کا ذکر کیا، زلیخا کا نام نہیں لیا کہ اس وقت زلیخا اسلام نہیں لائی تھی اور پھر جب سب عورتیں پاکیزگی کی گواہی دے دیں گی تو زلیخا جھوٹی ثابت ہو جائے گی آپ کا جلدی سے نہ نکلنا آپ کے حوصلہ ہمت صبر پاکیزگی کی واضح دلیل ہے ۔ قاصد نے یہ ساری باتیں واپس جا کر بادشاہ سے سنا دیں بادشاہ متاثر ہوا اور فوراً ان تمام عورتوں کو بلایا او رکہا بتاؤ جب تم نے یوسف کو زلیخا کے کہنے پر پھسلانا چاہا تھا تم نے اس کے دل میں کسی قسم کی کمی محسوس کی، تمام عورتیں بہ یک زبان بولیں خدا کی قسم ہم نے کسی قسم کی برائی محسوس نہیں کی۔ خواتین کے اس مضبوط بیان پر زلیخا انکار نہ کرسکی کہ ساری خواتین کا بیان اس کے خلاف تھا تو عزیز مصر کی بیوی نے واضح کیا اب حق واضح ہو گیا پتہ تو سبھی کو پہلے ہی تھا کہ یوسف پاکباز ہے، مگراب دلائل و بیانات کی روشنی میں حقیقت اور زیادہ کھل گئی اور زلیخا کو کہنا پڑا میں نے اُسے ورغلانے کی کوشش کی تھی یوسف تو سچا تھا۔

اب یوسف علیہ السلام کو جیل سے لانے کا اہتمام کیا گیا نہایت سج دھج کے ساتھ شاندار جلوس کی شکل میں یوسف دربار میں آئے آپ نے اللہ کے اس عظیم کرم پر سجدہ شکر ادا کیا آپ جونہی دربار میں آئے سارا دربار احترام کیلئے کھڑا ہو گیا۔ خود بادشاہ جو کبھی کسی کیلئے کھڑا نہیں ہوا تھا، کھڑا ہوا اور تخت پر بٹھایا آپ سے کہا گیا مجرموں کو جو سزا دلوانا چاہتے ہو دلوا لو، یوسف علیہ السلام نے پیغمبرانہ شان کا مظاہرہ کیا اور کھڑے ہو کر فرمایا میں نے اپنے سارے مجرموں کو معاف کر دیا، دربار میں نعرۂ تحسین بلند ہوا اور آپ کی عظمت کا چرچا ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ